الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

# بستانِ اولیاء

مِن تصانیف

حضرت مولانا مولوی حافظ محمد اسحاق مرحوم و مغفور

مدیر الوعظ، بازار مٹیا محل جامع مسجد دہلی

مدینہ پبلشنگ کمپنی

ایم۔ اے۔ جناح روڈ، کراچی

مُصنّف : حافظ محمد اسحٰق ۔ دہلوی
کاتب : محمد یعقوب ۔ حضرت کیلیانوالہ
مطبع : مشہور آفسٹ پریس ۔ کراچی
طابع : فرید، مبین
ناشر : مدینہ پبلشنگ کمپنی ۔ کراچی
اشاعت : اوّل ۔ ۱۹۷۷ء
تعداد : ۱۰۰۰ ۔ ایک ہزار
قیمت : 17/50

مِلنے کا پتہ

مدینہ پبلشنگ کمپنی

ایم اے جناح روڈ، کراچی

# فہرست مضامین بستانِ اولیاء حصہ دوم (الف)

# ایک باخدا عورت

ایک عورت خانۂ کعبہ کا طواف کر رہی تھی۔ اور نہایت خوش ہو ہو کر اپنے مولا کے سامنے لبیک لبیک، حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں! کہہ رہی تھی ایک بزرگ نے اُس کی یہ حالت دیکھ کر اپنے دِل میں کہا۔ یہ عورت کوئی نہایت خوش حال اور بڑی بے فکر معلوم ہوتی ہے۔ کس خوشی کے لہجہ میں لبیک لبیک پکار رہی ہے۔ عورت طواف سے فارغ ہوئی اور کہا کہ اے مردِ بزرگ! شاید تم نے اپنے دِل میں یہ خیال کیا۔ کہ یہ عورت کیسی خوش حال ہے۔ میں اپنی ماہیت تم کو سُناتی ہوں!

میرا مکان ملکِ شام میں تھا۔ میرا خاوند بڑا تاجر اور مال دار تھا! ایک مرتبہ اُس کو سفر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاز میں بیٹھا۔ جہاز اُس کا تباہی میں آیا۔ اور وہ غرقِ دریا ہوا۔ مجھے خبر آئی کہ میرا خاوند ڈوب کر مر گیا۔ میں نے سُنا اور سُن کر صبر کیا۔ اور اے مردِ بزرگ! میرے ننھے ننھے دو بچے تھے وہ گھر میں کھیلتے پھر رہے تھے۔ ایک بچے نے کھیلتے کھیلتے چولہے میں اپنا ہاتھ دے دیا۔ دوسرے پر جلتی ہوئی ہنڈیا اُلٹ گئی۔ دونوں جل کر خاک ہو گئے۔ ایک میری جوان بیٹی تھی۔ جو دریچہ میں سے یہ حال دیکھ کر کہ میرے ننھے ننھے بھائی جل رہے ہیں۔ دوڑی اور اس طرح دوڑی کہ اُس کا پیر پھسلا۔ نیچے گری اور اُسی وقت مر گئی۔ اے مرد بزرگ! اب چاہے تم مجھے خوش حال

اور بے فکر سمجھو۔ یا جو چاہو خیال کرو۔ البتہ صابرہ ضرور ہوں۔ اپنے پروردگار کے تمام فعلوں سے بدل راضی ہوں۔ پھر اُس کی رضامندی و صبر کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنی لبیک کے ساتھ ہی اُس کے لبیک کی آواز اپنے کانوں سے سنتی ہوں اور گویا میرا معبودؐ ہر وقت میرے ساتھ ہے۔

## نظم

صابرہ اور شاکرہ بندی ہوں میں | دل کو مٹھی میں لیے رہتی ہوں میں
اُس کے سب فعلوں سے راضی ہوں مُدام | جز رضامندی نہیں کچھ مجھکو کام
کیونکہ ہے مالک سے ناراضی ستم | جو کرے وہ اپنے حق میں ہے کرم
کچھ نہیں چون وچرا کو دخل ہے | معترض جو ہو وہ بس کم عقل ہے
کیا حقیقت ہے کوئی اُف کر سکے | اُس کے کاموں میں ذرا بھی دخل دے
صبر کا میرے نتیجہ یہہ ہوا | میرا مولیٰ ساتھ میرے ہو لیا

اب جو میں لبیک کہتی ہوں کہیں
اُس کی بھی لبیک سنتی ہوں وہیں

فی الحقیقت ہے وہ ایسا ہی خدا | صبر پر چل کر کوئی دیکھے ذرا
صابروں کے ساتھ بس رہتا ہے وہ | خود کلامِ پاک میں کہتا ہے وہ

(تحقیق اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (پ ۲ ۔ البقرہ ۔ ۳ ع ۔ آیۃ ۱)

# ایک وَلیِ کاملِ

ایک وَلیِ کاملِ جن کے بہت سے مُریدِ اِس شان کے تھے کہ ہوا میں اُڑنا اور پانی پر چلنا ایک ادنیٰ بات تھی اُن کا انتقال ہوگیا۔ عرصہ کے بعد ایک مریدِ رشید نے خواب میں دیکھا کہ پیرِ کامل نہایت پریشان اور چہرے پر ہوائیاں عجیب حال ہے۔ مُرید حیران رہ گیا۔ لرزتے کانپتے عرض کیا:۔ وائے میری شامت کہ میں حضور کو کس حال میں دیکھ رہا ہوں!

فرمایا کچھ پوچھو نہیں! جس وقت میں اُس شہنشاہِ عالیجاہ کے دربار میں پیش ہوا ہوں۔ ایک جگر خراش سوال مجھ پر ڈالا گیا وہ یہ کہ میں ایک روز دُنیا میں اپنے مُریدوں کو لیے ذکر و شغل میں مصروف تھا۔ اتفاق سے اُس وقت آسمان پر ابر آیا۔ اور بارش ہونے لگی۔ کہیں میرے منہ سے یہ نکلا کہ آج بے وقت بارش ہوئی۔ بس یہ لفظ پکڑا گیا۔

آج عرصہ گذر گیا کہ حضورِ معلیٰ کی طرف سے بار بار یہی سوال ہو رہا ہے کہ

## نظم

بتاؤ وہ بے وقت بارش ہوئی! — وہ کیا وقت تھا؟ اور کیا بات تھی!
وہ وقت۔ اور بارش تھی کس کی بھلا — فقط ایک وہ میرا فرمان تھا
ہوئے معترض کیوں مرے فعل پر — بنے ایسے بے خوف ایسے نڈر
وہ بے وقت بارش کا دو کچھ جواب! — مُقرَّب مرے ہو کے یہ ارتکاب!

آج مخلوق سب سے زیادہ افعالِ الٰہی پر معترض ہے۔ اُس کے موسموں پر اعتراض! اُس کے قضا و قدر سے ناراضامندی اُس کی آزمائشوں پر عیر ثابت قدمی و بے صبری۔ ایک ولی کامل کے اُس ایک فقرہ پر گرفت ہوگئی کہ اُس جیسے اور اُس سے بہت زیادہ معترضانہ فقرے مشیّتِ ایزدی کے خلاف ہماری زبانوں پر رات دن جاری ہیں۔ جن سے ہمیں سخت اجتناب چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فعل پر راضی رہنا چاہیئے ؎

خوشی ہو یا کہ غم دُنیا میں کُلفت ہو کہ راحت ہو بدل راضی ہوں بسم اللہ جو تیری مشیّت ہو

# ایک گوشہ نشین زاہد

ایک گوشہ نشین زاہد کو اس کا ایک معتقد دو روٹیاں ہر روز لا کر دیا کرتا تھا، ایک دن زاہد کو یہ بات ناگوار گذری اور اُس نے خلافِ توکل سمجھ کر دونوں روٹیاں واپس کر دیں۔

چونکہ توکّل اِس درجہ کا نہ تھا کہ بلا اسباب مِل جاتا۔ جیسا کہ آج مفقود ہے۔ تین روز صاف گذر گئے اور بھُوک کی شدّت سے جاں بلب ہونے کی نوبت آئی۔ اُسی حال میں ذرا غنودگی آتے ہی خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ اے شخص! تو نے اپنی روٹیاں کیوں واپس کر دیں۔

جس کے جواب میں زاہد نے کہا کہ میں نے محض خدا کے بھروسہ پر واپس

کردیں کہ وہ خزانۂ غیب سے عنایت فرمائے گا۔ جواب ملا کہ بیشک ہم روزی دینے والے ہیں۔ اور یہی ہمارے غیب کے خزانے ہیں کہ ہم بندوں کے ہاتھ سے بندوں کو روزی پہنچایا کرتے ہیں۔

## نظم

ہم ہی دیتے اور دلاتے ہیں سُنو
لینے والو! دینے والو! اِسُن رکھو!

کیا کوئی دے گا کسی کو اے فتا
یہ ہمیں دلواتے ہیں ربُّ العُلا

سب کے دل قبضے میں ہیں اللہ کے
جس طرح چاہے وہ دل کو پھیر دے

اُس کے دینے کے بہتر ہاتھ ہیں
کاش اس نکتے کو ہم پہچان لیں

جو مِلا تم کو وہ بس اس نے دیا
زاہدا پھر کیسی یہ چون وچرا

# ابن ہارون رشید

زبیدہ کی ایک دیوار گر پڑی۔ زبیدہ کہتے ہیں کہ اس خیال سے کہ کسی مزدور کو لا کر اپنی دیوار بنوالوں۔ میں مزدوروں کے چوک پر گیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ اُس روز کوئی مزدور چوک پر نہیں ہے۔ صرف ایک شخص مسکین غریب سا چُپکا بیٹھا ہے میں نے اُس سے دریافت کیا کہ میاں یہاں مزدور بیٹھے رہا کرتے تھے آج کیا سبب ہے جو یہاں ایک بھی مزدور نہیں ہے؟ اُس مسکین نے جواب میں کہا۔ کہ سب کی مزدوری لگ گئی۔ وہ سب اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ صرف میں رہ گیا ہوں۔ یہ سُن کر زبیدہ نے کہا کہ اچھا تو تم میرے ساتھ چلو۔ میری

ایک دیوار گر پڑی ہے اُسے بنادو۔ جو کچھ تمہاری مزدوری ہوگی وہ دے دوں گا۔ اُس غریب مسکین شخص نے کہا۔ بہت اچھا میں آپ کی دیوار بنادوں گا۔ مگر میری شرطیں پوری کرنے کا وعدہ کرو۔ اِس پر زید نے کہا۔ کہ وہ شرطیں بیان کرو۔ تو میں کچھ فیصلہ کرسکوں۔ اُس غریب مسکین نے کہا۔ کہ پہلی شرط تو یہ ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان جو کچھ مزدوری طے ہو جائے اُس میں ذرا کمی بیشی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ہماری طاقت سے زیادہ کام ہم سے نہ لینا۔ تیسرے یہ کہ نماز کے لیے ہم کو پہلے ہی سے اجازت دے دو۔

یہ سُن کر زید نے کہا۔ کہ اے جوان صالح! مجھے تمہاری یہ تینوں شرطیں منظور ہیں۔ میں طے شدہ مزدوری میں ہرگز کمی بیشی نہ کروں گا۔ اور میں تمہاری طاقت سے زیادہ کام بھی نہ لوں گا۔ میں تم کو نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں۔

زید یہ کہتے ہیں کہ میں اُس مزدور کو اپنے گھر لے آیا۔ اور وہ ٹوٹی ہوئی دیوار اُس کو دکھائی۔ وہ نیک سیرت جوان کمر باندھ کر دیوار بنانے میں مصروف ہوگیا۔ اور میں اپنے کام کو چلا گیا۔ جب شام کو گھر واپس آیا۔ تو دیکھا کہ وہ دیوار جو چار آدمیوں سے چار دن میں تیار ہوتی۔ بالکل تیار کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر میں حیران کھڑا رہ گیا۔ اور ڈرنے لگا۔ کہ یہ انسان نہیں ہے بلکہ کوئی جن ہے یا فرشتہ ہے۔ جب میں نے اپنے کام کو مکمل پایا تو میں نے چاہا کہ اُس کو دوگنی مزدوری دے دوں۔ مگر وہ جوانِ صالح پہلے ہی یہ عہد لے چکا تھا۔ کہ مزدوری میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔ چنانچہ مقررہ مزدوری اُس مزدور کے حوالے کی۔

دوسرے دن میرا دل چاہا کہ اس جوان صالح سے ملاقات کروں۔ اِس

خیال سے میں مزدوروں کے چوک پر پہنچا۔ مگر دیکھا۔ کہ اور بہت سے مزدور بیٹھے ہیں۔ مگر وہ شخص نہیں ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ ہر طرف نظر دوڑائی مگر وہ دکھائی نہ دیا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے دوسرے مزدوروں سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایسی شکل و صورت کے یہاں مزدوری کے لیے آکر بیٹھتے تھے۔ کل میں نے اُن سے کام بھی لیا تھا۔ کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ وہ کہاں ہیں۔ اُن مزدوروں نے جواب دیا۔ کہ جناب وہ تو عجیب آدمی ہیں۔ ہر روز مزدوری کے لیے کبھی آتے ہی نہیں۔ آٹھ دن میں صرف ایک دن آتے اور سات دن تک وہی ایک دن کی مزدوری کھاتے ہیں، زید کہتے ہیں کہ یہ سُن کر تو مجھے ان کی ملاقات کی اور بھی زیادہ جستجو و تلاش ہوئی۔ سارا شہر چھان مارا۔ گلی گلی اور کوچہ کوچہ دیکھتا پھرا۔ آخر سے

## نظم

وہ کرتا ہے بندوں کی حاجت روا | بر آیا ہمارا بھی یہ مدعا
بڑے شوق سے جن کی تھی جستجو | زیارت کو اُن کی پھرا کُو بکُو!

ایک جگہ سے معلوم ہوا۔ کہ وہ شہر میں نہیں رہتے بلکہ شہر کے باہر جو فلاں کھنڈر پڑا ہوا ہے۔ اُس میں عبادتِ الٰہی کیا کرتے ہیں۔ زید کہتے ہیں کہ میں فوراً وہاں پہنچا تو دیکھا کہ واقعی ایک ٹوٹے ہوئے کھنڈر میں بیکسی اور تنہائی کے عالم میں کوری زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سخت بیمار ہیں۔ اور کرب و بے چینی میں تڑپ رہے ہیں۔ مجھے اُن کی یہ حالت دیکھ کر رونا آگیا۔ اور اُن کی اس بیکسی پر ترس آیا۔ تو میں نے اُن سے کہا۔ کہ آپ اس مفلسی اور بیکسی کے علاوہ غریب الوطن اور مسافر بھی ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ اور اس

جنگل میں اکیلے نہ پڑے رہیں۔

## نظم

نہ ہمدمے، نہ رفیقے۔ نہ مونسِ غمخوار
مکاں بھی ایسا کہ جس کے نہیں در و دیوار

یہ بیکسی تری افسوس یہ تری غربت
یہ تیرا حُسن و جمال و ترا یہ حالِ زار

کسی کے عشق میں شاید کہ یہ لیا ہے جوگ
کسی کے ہجر میں یہ نوجواں ہے اک بیمار

کسی کے عشق کی آتش زنی ہے سینے میں
کسی کے ہجر میں جاتا رہا ہے صبر و قرار

کسی کے عشق کا سودا ہوا ہے اس سر میں
کسی کا تیرِ جدائی ہوا جگر کے پار

کسی کی چاہ محبّت میں غوطہ زن ہے دل
کسی شرابِ محبت سے ہو گیا سرشار

وہ ذات وہ ہے کہ جس کا جہان طالب ہے
ہوا قبول جو اسحاق اُس کا بیڑا پار

جب زید نے اُس مسکین و بیکس اور بیمار سے اپنے گھر لے چلنے کی درخواست کی تو اُس جوانِ صالح نے کہا۔ کہ ایک شرط سے میں تمہارے مکان پر چل سکتا ہوں وہ یہ کہ مجھے کچھ کھلانے پلانے کا اصرار نہ کرنا۔ میں نے اقرار کر لیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ جو کچھ آپ کا حکم ہو گا بجا لاؤں گا۔ چنانچہ میں اُن کو اپنے مکان پر لے آیا۔ مگر اُن کی یہ کیفیت رہی کہ تین روز تک انہوں نے کچھ کھایا نہ پیا۔ جب چوتھا روز ہوا۔ تو اُس جوانِ صالح نے مجھے اپنے پاس بُلایا اور کہا۔ کہ اے شخص میرا وقت قریب آگیا ہے۔ میں تم کو چند وصیتیں کرتا ہوں۔ اُن کو بخوبی پورا کرنا۔

میں جب مرجاؤں تو میرے گلے میں ایک رسّی باندھنا اور زمین پر گھسیٹنا اور یہ کہنا۔ کہ جو کوئی مالکِ حقیقی کی نافرمانی کرے گا۔ اُس کا یہی حال ہو گا ایسا

کرنے سے شاید رحمتِ الٰہی جوش میں آجائے۔ اور میری مغفرت ہو جائے۔ اس کے بعد مجھے انہی کپڑوں میں جو میں پہنے ہوئے ہوں دفن کر دینا۔ پھر تم یہ کرنا۔ کہ اِس ملک کا جو بادشاہ ہے۔ اُس کے پاس جانا۔ اور یہ میری مُہر کی انگوٹھی اور یہ میری حمائل اُس کے حوالے کر دینا۔ اور یہ کہنا۔ کہ ؎

ذرا خوابِ غفلت سے ہشیار ہو ۔۔۔ نہ غافل ہو اتنا خبردار ہو

اور کہنا کہ دیکھ دُنیا کی ثروت ایک خواب و خیال ہے۔ اِس ملک و مال کو وبالِ جان سمجھو۔ ایسا نہ ہو کہ یکایک موت آجائے اور یہ سارا سامان یہاں کا یہیں رہ جائے۔ اُس وقت کوئی تدبیر کام نہ آئے گی۔ پس یہ وصیت کر کے وہ صالح مسکین جاں بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰ (پ۲، البقرہ ع۱۹ آیۃ ۴)

زید کہتے ہیں کہ یہ حادثہ پیش آنے سے مجھے اس درجہ صدمہ ہوا۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ پھر میں نے اُن کو انہیں کپڑوں میں کفنایا۔ اور چاہا کہ اُن کی وصیت کے موافق گلے میں رسّی باندھ کر زمین پر کھینچتا پھروں کہ یکایک ایک آواز آئی:۔

## نظم

نہ دے تکلیف تو میرے ولی کو ۔۔۔ ذرا تو دیکھ اِس کی بیکسی کو
اگر اِس کو ذرا تکلیف پہنچی !! ۔۔۔ تو اے بندے مجھے تکلیف ہو گی
نہ کر توہین تو میرے ولی کی ۔۔۔ کہ اِس کی اور میری دوستی تھی
وہی ہے آج میرا خاص بندا ۔۔۔ کہ جس کے دل میں ہو گا عشق میرا
میری اُلفت میں اِس نے جان دی ہے ۔۔۔ میرا بندہ ہے یہ میرا ولی ہے

زید کہتے ہیں کہ میں یہ ندائے غیبی سن کر متعجب ہوا اور اپنے ارادے سے باز آگیا پھر میں نے پوری تعظیم و تکریم کے ساتھ انہیں دفن کیا۔ اور دفن سے فارغ ہو کر بادشاہِ وقت سے ملاقات اور نیز مرحوم کی امانت قرآن مجید اور انگوٹھی پہنچا دینے کی جستجو میں نکلا۔ اور بدقت تمام بادشاہِ وقت یعنی ہارون رشید کے دربار میں پہنچا۔ جب میری پیشی ہوئی تو خلیفہ ہارون رشید نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ اے شخص تو کون ہے؟ اور کیا چاہتا ہے؟ زید کہتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کرنا شروع کیا کہ :۔

"میں آپ کی رعیت میں سے ہوں اور فلاں شہر کا رہنے والا ہوں۔ ایک غریب الوطن کا پیغام۔ اُس کے ہاتھ کی انگوٹھی اور اُس کے پڑھنے کا قرآن مجید لایا ہوں۔ یہ مجھ سے لے لیجئے۔ بادشاہ نے وہ قرآن مجید اور وہ انگوٹھی ہاتھ میں لی اور اس انگوٹھی کو بغور دیکھا۔ اور فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟ کہا کہ فلاں فلاں شہر میں مزدوری کرتا تھا۔ پھر میں نے جنگل کے ایک کھنڈر میں اُسے موت کی تکلیف میں پڑے ہوئے دیکھا۔ پھر اُس کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔

یہ سُن کر بادشاہ کی ایک چیخ نکلی۔ اور ہائے کہہ کر گرا۔ اور بیہوش ہو گیا۔ زید کہتے ہیں۔ کہ میں بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر سر سے پاؤں تک لرز گیا۔ کہ یا اللہ! بادشاہ کو یہ کیا ہو گیا۔ الہ العالمین یہ معاملہ ہے تو کیا ہے؟ جب کچھ دیر کے بعد بادشاہ کو ہوش آیا تو یہ کہتا ہُوا اُٹھا :۔

## نظم

آہ اے نورِ نظر۔ لختِ جگر
اے مسافر! کس کا تو فرزند تھا
یہ قلعہ اور یہ محل بھائے نہیں
ہائے کن کھنڈروں میں تو نے جان دی
نزع نے جب آلیا ہوگا تجھے
چھوڑ کر یہ سینکڑوں لونڈی غلام
بیکسی کی موت سے دل چاک ہے

آہ اے جانِ جہاں۔ جانِ پدر
تو جگر تھا بادشاہِ وقت کا
کیوں ہوئی مرغوب وہ چٹیل زمیں
ہائے وہ غربت تری اور بیکسی
کون دکھلائی دیا ہوگا تجھے
آہ جنگل میں ہوا جا کر تمام
سلطنت میری نظر میں خاک ہے

زید نے کہا۔ کہ" اے بادشاہ ذرا خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یکایک موت آجائے اور سارا سامان یہیں رہ جائے۔ اور یہ دولت وحشمت وبال جان ہو جائے۔" زید کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بادشاہ یہ وصیتیں سُن کر زار زار روتا تھا۔ اور کہتا تھا:۔

## نظم

اے ناصح و مشفق و شفیق میرے
کوسوں سے نصیحتیں کروگے
لے چل مجھے اے فتا لحد پر

لب چوم لوں اِن نصیحتوں پر ترے
والد سے خفا ہی کیا مر گئے
دیکھ آؤں میں اُس کا آخری گھر

زید کہتے ہیں کہ پھر خلیفہ ہاروں رشید میرے ہمراہ اپنے فرزند کی قبر پر گیا۔ جوں ہی بادشاہ اس کی قبر پر پہنچا۔ فوراً قبر سے لپٹ گیا۔ اور زار زار روتا تھا اور کہتا تھا:۔

اے جانِ پدر کہاں گئے تم | روٹھے بھی تو وہ کہ ہو گئے گم
اب کون کرے گا تخت آباد | جب تم سا لیئق ہو گا ناشاد

پھر جب بادشاہ کو کچھ صبر و سکون ہوا۔ تو پھر اُس نے اپنے مرنے والے کی تمام کیفیت بیان کرنی شروع کی۔ کہا کہ اے شخص یہ میرا فرزند تھا اور ہمیشہ شراب و کباب کی لذتوں میں محو و مستغرق رہا کرتا تھا۔ اس کے محل کی پشت پر ایک مکتب تھا۔ جہاں بچے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز جبکہ یہ عیش و عشرت میں غرق اور شراب کے نشے میں چور تھا کہ یکایک اُس مکتب سے ایک بچے کے یہ آیت پڑھنے کی آواز آئی:۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (پ ۲۷، الحدید ۲، آیۃ ۷)۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ ایمان والوں کے دل اللہ کا نام سن کر لرز جائیں۔ بس یہ آیت اُس کے کلیجے پر جا لگی۔ اور تیر کی طرح پار ہو گئی۔ تمام عیش و عشرت کو چھوڑ کر اُسی وقت یہ وہاں سے کھڑا ہو گیا۔ اور اُس لڑکے کے پاس پہنچا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ اور کہا کہ بیشک میرے لیے وقت آگیا ہے اور میں اُس کا نام سن کر لرز گیا ہوں۔ پھر اُس نے اپنا تمام لباس فاخرہ اُتارا اور سیدھا جنگل کا راستہ لیا۔ ہر چند میں نے تلاش کیا۔ مگر اُس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ افسوس! آج بعد مدت کے پتہ لگا تو یہ لگا کہ بجائے فرزند کے ہڈیوں کا ڈھیر ہے۔

الٰہ العالمین! تیری شان سب سے نرالی ہے۔ تو جس قلب میں ہو گذرا اُس میں پھر کسی کا گذر ہو نہیں سکتا ہے جس سینہ پر تیری تجلی ہو گئی۔ دُنیا

جہاں کی آلائشوں سے وہ سینہ پاک ہو گیا۔ تیرے عشق کی شعائیں جس پر جا پڑیں وہ سارے عالم کے لیے چراغِ ہدایت اور شمع روشن بن گیا۔ تیری محبت کے میدان میں قدم رکھتے ہی قدم قدم پر مرحبا و آفریں کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

# ایک ممتحن زاہد

ایک زاہد ولیٔ کامل نے قدرت کو آزمانے کے لیے عجیب بات سوچی اور اپنے دل میں کہا کہ وہ روزی رساں اور درحقیقت روزی رساں ہے جیسا کہ اُس نے اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرمایا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ ۱۲، ہود، ع، آیۃ ۶)۔ یعنے جتنے زمین پر چلنے پھرنے والے ہیں اُن کی روزی اللہ کے ذمّہ ہو چکی ہے۔ لیکن اِس کی آزمائش کرنی چاہیئے! چنانچہ وہ اپنے گھر سے نکلے اور جنگل کی طرف روانہ ہوئے اور انتہائی خلوت و تنہائی کی تلاش میں ایک پہاڑ پر پہنچے اور اُس کے ایک غار میں داخل ہوئے۔ جہاں کسی بشر کے آنے کا وہم و گمان تک ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہاں جا بیٹھے اور اپنے دِل میں کہا کہ دیکھیں یہاں کیونکر اور کس طرح وہ رزق پہنچاتا ہے۔

اِدھر یہ یہاں آکر بیٹھے اُدھر ایک قافلہ راستہ بھولا اور ساتھ ہی اُس کے سخت بارش نے بھی اُس قافلہ کو آن لیا۔ جو پہاڑ کا درہ یا غار تلاش کرتا کرتا یہیں آکر پناہ گزیں ہوا۔ جب وہ قافلہ یہاں آکر ٹھہر گیا۔ تو اہلِ قافلہ

نے دیکھا کہ ایک شخص چُپ چاپ خاموش بیٹھا ہے جسے اُنھوں نے آواز
دی اور کہا کہ اے بندۂ خدا تُو کون ہے اور یہاں کس لیے چھپا بیٹھا ہے؟ جس
کا اس ممتحنِ قدرت نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ لوگوں
نے خیال کیا کہ شاید اِسے سردی پہنچی ہے۔ اس سبب سے یہ بول نہیں سکتا
آگ جلاؤ؛ تاکہ اِسے گرمائی پہنچے اور یہ گفت وشنید کے قابل ہو چنانچہ
آگ روشن کی گئی۔ لیجیئے قدرت نے پہلے تو اس ممتحن کی سردی رفع کرنے کا
سامان غیب سے کیا چنانچہ اہلِ قافلہ نے عمدہ طور سے اُسے گرمائی پہنچاکر
دریافت کیا کہ اے خدا کے بندے! تو کون ہے؟ کیا تو ہمیشہ اس غار ہی
میں رہتا ہے۔ یا بارش سے پناہ لینے کے لیے یہاں آن کر چھُپا ہے؟ اس
پر بھی انھوں نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموش بیٹھے رہے۔ اَب وہ لوگ
سمجھے کہ شاید یہ کوئی بھوکا ہے اور بھوک کی شدّت کے سبب اِس سے
بات نہیں کی جاتی۔ اسے کھانا کھلانا چاہیئے۔ چنانچہ اقسام اقسام کے کھانے
اس کے سامنے لا رکھے اور باصرار کہا کہ یہ کھانے تیرے سامنے حاضر ہیں!
انہیں کھاکر توانائی حاصل کر۔ اور ہماری بات کا جواب دے۔ اس پر بھی یہ
ممتحن بالکل ساکت بیٹھے رہے۔ نہ کھانا کھایا اور نہ کچھ جواب دیا۔

قافلہ والوں نے آپس میں کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرصہ سے بھُوکا
ہے یا خدا جانے کب سے اِس نے کھایا نہیں ہے جو اِن کھانوں سے بسبب
عادت چھوٹ جانے کے ڈرتا ہے لہٰذا اس کے لیے نرم غذا تجویز کرنی چاہیئے
چنانچہ اُسی وقت اُس کے سامنے میٹھا دودھ۔ اور میٹھے فالودے لاکر رکھے

گئے اور کہا کہ یہ پی لو! اِس پر بھی اُنہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ نہ وہ فالودہ اور دودھ پیا۔ اَب تو تمام قافلے والوں نے یہ رائے پاس کر لی کہ بیشک اس بارش اور اِس پہاڑ و غار وغیرہ کی سردی سے اس کا جبڑا بند ہو گیا ہے۔ کسی ترکیب سے اِس کا منہ کھول کر اسے کھانا کھلانا چاہیئے! چنانچہ دو شخص ان میں سے اُٹھے اور ایسے اوزار لائے جس سے اس کا منہ کھول سکیں اور کھانا اس کے پیٹ میں پہنچا سکیں۔

جب اُس کی رزق رسانی کی یہاں تک نوبت پہنچی تو اُسی وقت یہ دِلی کامِل سجدے میں گرا اور کہا کہ :-

## نظم

اے خدا! قربان تیرے نام پر
آہ تو روزی رساں ہے اس قدر

تیری قدرت کا لیا تھا امتحاں
ایک ہے۔ واحد ہے تو روزی رساں

اے تری قدرت ترا فضل و کرم
آہ جس سے کس قدر غافل ہیں ہم

اپنے بندوں سے نہیں غافل ہے تو
پوری کرتا ہے دلوں کی آرزو

مشکلوں کا ایک ہے مشکل کُشا
حاجتوں کا ایک ہے حاجت روا

جس نے جو مانگا وہی تو نے دیا
جس نے جو چاہا وہی تو نے کیا

اُس سے اے اسحاقؔ رکھ اچھا خیال
بس اِسی میں ہی ترقی ہے کمال

# حضرت ابراہیم خوّاص

## جنّات کے باغ میں

حضرتِ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں ایک قافلے کے ساتھ حج کے لیے جاتا تھا۔ راستے میں مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ جس میں تنہائی کی ضرورت ہوئی (یہ حالت ایک مقامِ ولایت ہے کہ جس سے اکثر اولیاء اللہ ہو کر گذرتے ہیں) چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں نے قافلہ کو چھوڑ دیا۔ اور دوسری راہ ہولیا۔ اور تین رات دن تک راستہ طے کرتا رہا۔ کھانے پینے کا خیال تک دل میں نہیں آیا۔ تیسرے دن ایک مقام پر پہنچا جہاں ایک سرسبز باغ تھا۔ اُس باغ کے درخت ہر قسم کے میووں سے جھکے جاتے تھے اور باغ کے بیچوں بیچ ایک صاف شفّاف چشمہ بہ رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ جنّت کا ایک باغیچہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں مجھے دکھایا ہے۔

میں اِسی سوچ میں تھا کہ میں نے کچھ لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھا یہ لوگ نہایت قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے۔ یہ سب میرے قریب پہنچے اور میرے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ میں نے سلام علیک کی انہوں نے جواب دیا۔ پھر میں نے اُن سے دریافت کیا۔ کہ آپ کون لوگ ہیں۔ اور یہ کیا جگہ ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ ہم اُس قومِ جنّات میں سے ہیں

انھوں نے جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سُنا تھا۔ جس کا قصّہ سورۃ جن میں مذکور ہے :-

فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ (پ ۲۹، الجن، ع ۱۔ آیۃ ۱)۔ یعنی اُنھوں نے کہا کہ ہم نے ایک کلام سُنا جو نجات کی طرف بُلاتا ہے جس پر ہم ایمان لائے۔ اور اب ہم اپنے خدائے واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

اُن جنّات نے جو اُس وقت بصورت انسان کھڑے تھے۔ حضرت ابراہیم خوّاص سے کہا کہ آج کل ہم میں ایک مسئلہ پر کچھ اختلاف ہو رہا ہے اگر آپ فیصلہ کر دیں تو بہتر ہے، چنانچہ میں نے اُن کی بات سُنی اور شریعت کا حکم اُن کو بتا دیا، پھر میں نے اُن سے دریافت کیا۔ کہ اس جگہ سے میرے قافلہ کا کتنا فاصلہ ہے ؟ تو وہ ہنس کر کہنے لگے۔ کہ اے ابراہیم خواص رح! خدا کے کارخانے عجیب ہیں۔ جس جگہ آپ آئے بیٹھے ہیں۔ اس جگہ اب سے پہلے کوئی انسان نہیں آیا ہے۔ البتہ صرف ایک شخص تم سے پہلے یہاں آیا تھا جس نے یہیں انتقال کیا۔ اور یہیں اُس کی قبر بنی ہوئی ہے۔ ابراہیم خواص رح فرماتے ہیں۔ کہ میں اُس شخص کی قبر پر گیا۔ تو دیکھا کہ قبر کے سرہانے ایک تختہ نرگس کے پودوں کا کھلا ہوا ہے۔ اور اُس کی قبر پر قلمِ قدرت سے لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ قبر اللہ کے پیارے کی ہے۔ اللہ کے ایک شہید کی ہے۔ اور یہی فقرے نرگس کے ہر پتّے پر لکھے ہوئے ہیں۔

پھر اُن جنّات نے مجھے بتایا۔ کہ اس وقت تمہارا قافلہ یہاں سے کئی

مہینے کی راہ ہے۔ یکایک مجھے غنودگی آ گئی۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے قریب بیٹھا ہوا پایا۔ اور دیکھا کہ کچھ پھول جنات کے باغ کے میرے دامن میں بندھے ہوئے ہیں۔ یہ پھول میرے پاس برس دن تک رہے مگر اُن کی تروتازگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پھر ایک دن وہ پھول یک بیک میرے پاس سے غائب ہو گئے۔

قرآنِ مجید کی تعلیم نے جنّات وانسان کو دولتِ ایمان اور توحیدِ الٰہی سے مالامال کیا۔ اور دُنیا کی مشکلات کو یک قلم آسان کر دیا۔ کلامِ الٰہی ہی انسان وجنّات کا صحیح رہنما ہے۔

## نظم

رہنمائی کس نے کی یہ تیرے ساتھ
بات ایسی کیونکہ آئی تیرے ہاتھ

کونسا وہ رہبرِ کامل ملا
جس نے اِس رستے پہ تجھ کو کر دیا

ہے یہ بس قرآن میں ایسا کمال
وہ ہی سکھلاتا ہے سب کو ایسی چال

یہ لگائے جس کو سیدھی راہ پر
ڈگمگائے کیوں بھلا پھر وہ بشر

## سانپوں کے جنگل میں

حضرتِ حامد اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابراہیم خواصؒ کے ساتھ سفر میں تھا۔ اتفاقاً ہم ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سانپوں کی بہت کثرت تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہاں سے جلد نکل جانا چاہیئے ایسا نہ ہو۔ کہ رات ہو جائے اور ہم سانپوں میں گھر جائیں۔ تو پھر ان سے جان بچانی دشوار ہو جائے گی۔ ابراہیم خواصؒ نے میری یہ بات سنتے ہی بستر کر دیا۔ میں سخت پریشان ہوا۔

مگر مجبور تھا۔ جب رات ہو گئی تو سانپوں نے ہمیں آن گھیرا۔ مجھے ڈر محسوس ہوا۔ اور میرے منہ سے نکلا۔ سانپ۔ سانپ! ابراہیم خواصؒ نے مجھ سے کہا چپ رہ۔ اور یادِ خدا میں مشغول ہو جا۔ چنانچہ میں نے قلب کو یکسو کیا اور یادِ خدا میں مشغول ہو گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ جوں جوں ہم ذکر اللہ میں غرق ہوتے گئے۔ سانپ بھاگنے شروع ہو گئے۔ پھر میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے غافل ہو گیا۔ تو پھر سانپوں نے آگھیرا تو مجھے پھر خوف محسوس ہوا۔ تب ابراہیم خواصؒ نے مجھے جھڑک کر کہا۔ کہ ذکر اللہ کیوں نہیں کرتا۔ پھر میں نے ذکرِ الٰہی شروع کر دیا۔ سانپ پھر وہاں سے غائب ہو گئے۔ جب صبح ہوئی اور ہم نمازِ فجر سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ جہاں شیخ کی جا نماز بچھی ہوئی تھی وہاں ایک بہت بڑا سانپ بیٹھا ہے۔ میں نے حیران ہو کر کہا۔ کہ اے شیخ! یہ کیا بات ہے؟

ابراہیم خواصؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ میں نام لکھانا چاہتا ہے اور ابھی تک لڑکپن تیرے اندر موجود ہے۔ کیا تو اس بات پر غور نہیں کرتا ہے کہ ہم رات بھر سینکڑوں سانپوں کے بیچ میں بیٹھے رہے۔ اور اللہ ربُّ العزت کے فضل و کرم سے ہم اُن کی ایذا رسانی سے محفوظ رہے کیا یہ ذکر و شغل کا نتیجہ نہیں ہے۔ کیا یہ تلاوتِ قران پاک کی برکت نہیں ہے

؎ دیو بگریزد ازاں قوم کہ قراں خواند

## انار کی خواہش اور ایک سبق

ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک پہاڑ پہ گیا۔

تو دیکھا کہ وہاں انار کے درخت بکثرت ہیں۔ اور لاتعداد انار اُن میں لگے ہیں۔ میرے نفس نے خواہش کی کہ ایک انار توڑ کر کھاؤں۔ چنانچہ میں نے ایک انار توڑ کر کھایا۔ تو وہ بہت کھٹا تھا۔ اُسے پھینک دیا اور اِس ارادے سے اور آگے بڑھا۔ کہ اور انار توڑوں شاید وہ میٹھا ہو۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ایک شخص زمین پر پڑا ہے اور ہزاروں شہد کی مکھیاں اُسے لپٹ رہی ہیں اور اس شخص کو کاٹ کاٹ کر سُجا دیا ہے اور زخمی کر دیا ہے۔ میں نے اُسے سلام علیک کی۔ اُس نے جواب میں کہا وعلیکم السلام اے ابراہیم! میں نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ تم نے میرا نام کیسے جانا؟۔ اُس شخص نے جواب دیا۔ کہ جو خدا کو پہچانتا ہے تو پھر خدائے تعالےٰ اُس بندے کو جس چیز سے چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ جب تم اتنے خدا رسیدہ ہو تو خدائے تعالےٰ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ تمہیں ان مکھیوں کی مصیبت سے نجات دے۔ یہ سُن کر اُس شخص نے فوراً کہا کہ تُو بھی تو اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر دعا کیوں نہیں کرتا کہ خدائے تعالیٰ تیرے نفس سے انار کی خواہش کو دُور کر دے یاد رکھ کہ اِن مکھیوں کے کاٹنے کے زخم کی تکلیف اِس دُنیا تک محدود ہے۔ مگر انار کی خواہش کا زخم تجھے اُس جہاں میں ستائیگا۔

## حضرتِ خضر علیہ السّلام کا ساتھ

ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں سرگرداں تھا۔ کہ میری ملاقات حضرت خضر علیہ السّلام سے ہوئی اور میں اُن کے ساتھ ہو لیا اور اُنہوں نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

میرا دل اِن پر اعتماد اور تکیہ کر بیٹھے۔ اور مطمئن ہو جائے۔ اور اللہ پر توکل کرنا کمزور پڑ جائے۔ چنانچہ میں نے اُن سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی اور الگ ہو گیا۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ (پ۲۸، الطلاق، ع۱، آیۃ ۳)

جو اللہ پر بھروسہ کرے تو پھر اللہ اُس کے لیے کافی ہے

اُس پہ تکیہ ہو۔ توکّل اُس پہ ہو
سب ارادے اپنے اُس پر سونپ دو

مشکلیں آسان ہو جائیں گی سب
اور تمنائیں بھی بر آئیں گی سب

پھر توکّل کی اگر کوشش کرو
تم ہی تم بس ایک پھر دکھلائی دو

جُز توکّل جز کہ تسلیم تمام
در غم و راحت ہمہ مکراست و دام

## نزولِ خوانِ نعمت

حضرت ابو اسحاق ابراہیم خواص فرماتے ہیں:۔ کہ میں ایک روز ایک جنگل میں سے گذر رہا تھا تو کچھ فاصلہ پر میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ میری طرف آ رہا ہے۔ میں نے اُس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ تو اُس نے مجھے آواز دی اور میرے قریب پہنچ کر مجھے سلام کیا اور کہا کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں چند روز آپ کے ساتھ رہوں؟ میں نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ تیرا مذہب کیا ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں آتش پرست ہوں؟ میں نے اُس آتش پرست سے کہا: جہاں میں جا رہا ہوں وہاں تُو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اُس طرف کا راستہ تجھے مِل ہی نہیں سکتا اس کے جواب میں اُس جوان آتش پرست نے کہا: کہ راستے پر ڈالنے والی تو خدا کی ذات ہے جو آپ کو راستہ دکھا سکتا ہے وہی

مجھ کو بھی راستہ دکھائے گا، میں خاموش ہو گیا اور اُس کو اپنے ساتھ لے لیا۔ چنانچہ ایک ہفتہ تک میں اور وہ دونوں جنگل میں پھرتے رہے اور ہمیں کھانے پینے کو کچھ نہ مل سکا۔ آخر آٹھویں روز اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ اے اللہ کے نیک بندے تو اپنے اللہ سے کچھ مانگ کیونکہ میں تو اب بھوک کی شدت کی وجہ سے بیتاب ہو رہا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا کہ اے زمین و آسمان کے مالک کیا تو مجھے اِس آتش پرست کے سامنے شرمندہ کرے گا؟ فرماتے ہیں کہ میری دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک خوان غیب سے ہمارے سامنے آیا۔ جس میں تازی روٹیاں اور بھنی ہوئی مچھلیاں تازے خُرمے اور ٹھنڈا پانی تھا۔ ہم دونوں نے ساتھ بیٹھ کر سیر ہو کر کھایا۔ اور پھر سات دن تک فاقہ کشی میں سفر کرتے رہے۔ اب جب آٹھواں دن ہوا تو میں نے اُس آتش پرست سے کہا کہ اب تو بھی اپنا کمال دکھا چنانچہ وہ ایک طرف ہو بیٹھا اور چپکے چپکے کچھ پڑھنے لگا۔ ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ اُسی طرح کا ایک خوان آموجود ہوا جس میں وہی سب چیزیں موجود تھیں۔ پھر اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ آیئے ہم اور آپ مل کر کھائیں، مجھے تو اس واقعہ نے پہلے ہی حیرانی میں ڈال دیا تھا۔ مگر جب اس نے کھانے کو کہا تو مجھے بڑی ہی شرمندگی ہوئی۔ چنانچہ میں نے اُسے جواب دیا۔ کہ تم کھاؤ میں اس وقت نہ کھاؤں گا۔ اِس پر اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ اے شیخ! کیا آپ کو اپنے رب کی قدرت میں کوئی شک ہے۔ کیا قرآن مجید میں اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پ۱، البقرہ، ع ۲- آیۃ) نہیں

آیا ہے۔ آپ تشویش نہ کریں کھانا کھائیں پھر میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا۔ اوّل تو یہ کہ آپ مجھے کلمۂ شہادت پڑھا کر مسلمان کریں۔ اور پھر اس واقعہ کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ اُس آتش پرست نے بیان کیا کہ جناب آپ نے مجھے اپنا کمال دکھانے کا حکم دیا۔ تو میں نے بدرگاہِ قاضی الحاجات دعا کی کہ اے اللہ شیخ کے سامنے میری آبرو رکھ لینا۔ اور شرمندہ نہ کرنا۔ اور یہ بھی میں نے آپ سے ہی سنا تھا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ ع ۲۳) کہ وہ ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔ چنانچہ یہ جو کچھ ظاہر ہوا۔ سب اللہ کا ہی فضل و کرم تھا۔ اس میں میرا کیا کمال ہے۔

حضرتِ ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ پھر ہم دونوں نے کھانا کھایا۔ اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر اس جوانِ صالح نے مکہ معظمہ کی مجاوری اختیار کر لی حق تعالیٰ نے اُس پر اپنا فضل و کرم فرما دیا۔ اللہ جس کو ہدایت دینا چاہے تو پھر اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا یعنی:۔ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ط (پ ۲۴۔ الزمر، ع ۴، آیۃ ۶)

## ابراہیم خواصؒ کے چند اقوال

ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ:۔

۱۔ کہ صرف کتابی علم سے انسان عالم نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت میں عالم وہ ہے جس کا عمل بھی فہم کی مطابقت میں ہو۔ قرآنِ مجید کے احکام پر عمل کرے۔ سُنّتِ نبوی پر عمل پیرا ہو۔ اور خوشنودیٔ مولیٰ کے لیے سرگرم عمل رہے۔ خواہ اُس کا علم تھوڑا ہی کیوں نہ ہو

۲۔ علم پر عمل ان دو باتوں میں مُضمر ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی تکلیف تجھے نہیں دی تو اُس میں اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو تجھ پر فرض و لازم کیا ہے۔ اُس میں کوتاہی نہ کرے۔

۳۔ جو شخص معرفتِ الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں سے اُسے آرام حاصل ہوتا ہے۔ تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ آخرِ کار سخت بلا میں مبتلا کرتا ہے۔ البتہ جب وہ اپنی اُس غلط روی سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے بلاؤں کو دور کر دیتا ہے اور اگر تائب نہ ہو تو پھر اسے طامع (لالچی) بنا دیتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اُسے دُنیا ہی ملتی ہے اور نہ آخرت۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ۔ (پ۱۷، الحج، ع۲۔ آیۃ ۱)

۴۔ حقیقت میں متوکّل وہ شخص ہے۔ جس کے توکّل کا اثر دوسروں پر پڑے اور اُس کے پاس بیٹھنے والا بھی متوکل ہو جائے۔

۵۔ قرآن مجید اور حدیثِ رسولِ صلعم کے مطابق عمل کرنے میں حقیقی بندگی ہے اور اس بندگی میں مضبوطی اور استقلال کا دوسرا نام صبر ہے۔

۶۔ فرمایا کہ دل کی دوا پانچ چیزوں میں ہے (۱) قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا اور اس میں غور و فکر کرنا (۲) پیٹ بھر کر کھانا نہ کھانا۔ (۳) رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں قیام کرنا (۴) صبح ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کی حضوری میں دعاء اور گریہ وزاری کرنا (۵) نیکوں اور صالحوں کی صحبت اختیار کرنا۔

# حضرت شیخ شبلیؒ

ولادت بغداد سنہ ۲۵۵ھ

وفات بغداد سنہ ۳۳۲ھ

**اللہ کے نام کی لو**

ابتداء میں آپ کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی آپ کے سامنے اللہ کا نام لیتا تھا آپ اُس کا منہ شکر سے بھرتے تھے اور لڑکوں کو اس لیے شکر بانٹا کرتے تھے کہ وہ آپ کے سامنے اگر اللہ کا نام لیں اِس کے بعد آپ نے یہ طرز اختیار کیا جو کوئی آپ کے سامنے اللہ کا نام لیتا اُسے آپ روپے اور اشرفیاں دیتے چنانچہ آپ عرصہ تک ایسا ہی کرتے رہے اس کے بعد آپ کا یہ شیوہ ہوا کہ ننگی تلوار ہاتھ میں لیے پھرتے اور کہتے کہ جو میرے سامنے اللہ کا نام لے گا میں اُس کا سر قلم کر دونگا۔ لوگوں نے ازراہِ تعجب دریافت کیا کہ اے شیخ شبلیؒ پہلے جو کوئی آپ کے سامنے اللہ کا نام لیتا تھا تو آپ اُس کے مُنہ میں شکر بھرتے تھے۔ پھر روپے اور اشرفیاں اللہ کا نام لینے والوں کو مدت تک دیں۔ اب یہ حالت ہے کہ ننگی تلوار لیے پھرتے ہو اور کہتے ہو کہ جو کوئی اللہ کا نام لے گا۔ میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا لوگو! شروع میں مجھے یہ خیال تھا کہ لوگ اللہ کا نام حقیقت اور معرفت کی راہ سے لیتے ہیں۔ میں ان کی قدر کرتا تھا اور اُن کے منہ شکر سے بھرتا تھا لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ اللہ کا نام محض عادت اور غفلت سے لیتے ہیں اور میں اِس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ لوگ عادت سے اُس کا نام لیں۔ پھر آپ کا قاعدہ یہ ہوا کہ جہاں

کہیں آپ اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھتے آنکھوں سے لگاتے اور بوسے دیتے اور اس کی بیحد تعظیم کرتے۔ ایک مرتبہ آپ اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر اُس سے اسی طرح مشغول تھے کہ اتنے میں آسمان سے ندا آئی کہ اے شبلی! کب تک تُو ہمارے نام کا عاشق رہے گا اور کب تک اسمِ ذات سے محبت کرے گا؟ اب ہم سے عشق اور ہماری ذات سے تعلق پیدا کر! یہ سُنتے ہی آپ کو ذوق و شوق اور عشقِ الٰہی اس درجہ پیدا ہوا کہ اِسی حالت میں آپ جاکر دریائے دجلہ میں کود پڑے جہاں دریا کی لہر کے نام حکم آیا کہ میرے عاشق کی حفاظت کر اور اسے عافیت کے ساتھ کنارے پر پہنچا! چنانچہ دریا کی لہر نے آپ کو زندہ سلامت کنارے پر پہنچا دیا۔ پھر آپ اُسی ذوق و شوق میں پھرتے ہوئے ایک آگ میں جا گرے وہاں بھی آپ کا بال بیکا نہ ہوا۔ اور زندہ سلامت باہر نکل آئے۔ غرضیکہ اسی طرح آپ عشق و محبت میں درندوں سے بھرے جنگلوں میں پھرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ وائے ہے اُس شخص پر جس کو پانی نے ڈبویا نہ آگ نے جلایا نہ درندوں نے پھاڑا۔ جس کے جواب میں آسمانی ندا اپنے کانوں سے یہ سنتے۔

## نظم

اللہ کا مقتول جو ہوگا کوئی شبلی | قتل اُس کو جہاں بھر میں کوئی شے نہ کریگی
دارین میں اللہ سے لَو جس نے لگائی | اللہ کی مرضی فقط اک اُس نے ہی پائی

ذاتِ صمدی دونوں جہاں ہیں ترے صدقے
قربان ترے نام کے ہر چیز ہے ہر شے

## شبلیؒ کی دیوانگی

جب حضرت شیخ شبلیؒ کی حالت خدا کی محبت میں از خود رفتہ ہوگئی تو لوگوں نے آپ کو زنجیروں میں جکڑ دیا مگر آپ کے جذبات نے جب بھی آپ کو سکون سے بیٹھنے نہ دیا آخر کار قید میں بھیج دیئے گئے۔ اور بعض لوگ آپ کی نسبت یہ کہنے لگے کہ شبلی دیوانہ ہوگیا ہے۔ آپ اُن کے جواب میں کہتے تھے کہ قیامت میں معلوم ہو جائے گا کہ میں دیوانہ ہوا ہوں یا تم دیوانے ہو۔!

کچھ لوگ آپ کے پاس قید خانہ میں ملنے کی غرض سے گئے۔ آپ نے اُن سے دریافت فرمایا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ ہم سب آپ کے معتقد اور آپ کے سچے دوست ہیں۔ یہ سُن کر آپ نے پتھر اُٹھا اٹھا کر اُنہیں مارنے شروع کیے لوگ بھاگنے لگے۔ تو شیخ شبلیؒ فرماتے کیا ہیں :-

### نظم

دوست میرے حیف یہ کیسے ہو تم
بھاگتے ہو مجھ سے ایسے نوک دم

تم اگر اُلفت میں سچے تھے میری
بھاگتے ہرگز نہ یوں سب کے سبھی

صبر کرتے تم مری تکلیف پر
میں سمجھتا دوست تم کو سر بسر

## عاشقِ صادق کا دل

کسی جگہ حضرت شیخ شبلیؒ اللہ۔ اللہ کر رہے تھے ایک درویش آیا اور آپ سے اُس نے کہا کہ اگر آپ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہیں تو بہت مناسب ہو، یہ سُن کر شیخ شبلیؒ نے

ایک نعرہ مارا اور فرمایا۔ میں ڈرتا ہوں کہیں حرف لَا پر میری جان نہ نکل جائے؛
درویش کے دل پر اس فقرے کا ایسا اثر ہوا کہ وہ اُسی وقت جاں بحق تسلیم ہو
گیا اس واقعہ کی شہر میں شہرت ہوئی درویش کے ورثا آئے اور شیخ شبلیؒ کو
بادشاہ کے دربار میں پکڑ کرلے چلے۔ آپ اپنے وجد کے غلبوں میں مستانہ
وار جھوُمتے دربار میں پکڑے ہوئے جارہے تھے۔ اور جب وہاں پہنچے۔ اور
درویش کے ورثا نے بادشاہ کے روبرو درویش کے خون کا دعویٰ پیش کیا تو
بادشاہ نے آپ سے دریافت کیا شبلیؒ! یہ کیا کہتے ہیں؛

مست شبلی علیہ الرحمتہ جواب دیتے ہیں :- **نظم**

| | |
|---|---|
| جا ملا مطلوب سے طالب اگر | پھر ملانے والے کو کیا اس میں ڈر |
| وصل ہو گر عاشق و معشوق کا | دوسروں کا اس میں کیوں پھر دم چلا |
| ہو جسے دیدار بس اُس کے نصیب | آملے غفار بس اُس کے نصیب |
| ایک صاحب دل خدا سے جا ملا | اس کو بس مقصود حاصل ہو گیا |

کیا خطا شبلی کی اس میں کیا خطا
میرے مُنہ سے لَا نہیں وہ سُن سکا

شبلی علیہ الرحمتہ کا یہ کلام سُن کر بادشاہ نے اپنے وزیروں کو حکم دیا کہ
اس مست کو میرے سامنے سے جلدی لے جاؤ! کیونکہ اس مست کے کلام
سے مجھ پر ایک حالت طاری ہوا چاہتی ہے۔ اگر ذرا اس نے یہاں اور باتیں
کیں تو واللہ میں بے ہوش ہو کر تخت سے نیچے گر جاؤں
گا۔

# نظم

اے گروہِ اولیاء کیا دل ہوئے تم کو عطا
جس کسی کو دیکھنی ہو طورِ سینا کی بہار
وہ تجلّے ربّہٗ، بیشک نظر آجائے گا!
عرش و کرسی کو نہ دیکھو دیکھ لو عاشق کا دل
جس کی موسیٰ کو نہیں تاب و تواں اے دوستو
جس کی گنجایش نہیں چودہ طبق میں اے فتا

اک شعلۂ عشقِ خدا جس میں بھڑکتا ہے پڑا
وہ دلوں کو بس تمہارے آن جھانکے ہونہار
سُرمہ سُرمہ ہوگا جس سے قالبِ خاکی فتا
آگ جس میں سوزِ حرارت کی ہے ہردم مشتعل
اُس سے مملوٗ پاؤ گے تم ہر دل کے قلب کو
جھانک کر دیکھا ولی کا دل تو بس وہ ایسا تھا

کچھ تو تو بھی لے سبق اتحق اہلُ اللہ سے
کچھ تو تو بھی صاف کر دل کو خدا کے واسطے

## چند اہم اقوال

(۱) حضرتِ شیخ شبلیؒ نے اپنے ایک مصری مُرید سے فرمایا کہ اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تو میرے پاس آئے اور اس عرصے میں تیرے دل میں سوائے حق تعالیٰ کے کوئی دوسرا خیال گذرے تو سمجھ لے کہ ابھی دُنیا کی طلب تیرے دل میں باقی ہے۔ اور دنیا کا طلب گار آخرت کے لیے کیا کما سکتا ہے۔ دُنیا میں جتنے دن جیو آخرت کے لیے کھیتی کرو۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ ۔ آپ نے فرمایا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ ج (پ ۲۵ الشوریٰ، ع ۔ آیۃ ۱) ۔ یعنی جو کوئی چاہتا ہے کھیتی آخرت کی (تو) ہم زیادہ دیتے ہیں اُس کو اُس کی کھیتی میں۔

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں کسی دن اللہ کے لیے

بھوکا بیٹھا ہوں اور حق تعالیٰ نے میرے قلب میں حکمت وعبرت کا نور داخل نہ کیا ہو۔ آپ فرماتے ہیں حضرتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سیر ہو کر نہ کھایا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہاری پُرخوری کی وجہ سے نورِ معرفت کا چراغ تمہارے دل میں گُل ہو جائے۔

(۳) حضرتِ انباری ؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرتِ شبلی ؒ کی خدمت میں ایک ریشمی چادر اوڑھ کر گیا۔ تو دیکھا کہ وہ ایک عمدہ ٹوپی اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ٹوپی تو میرے لباس کے قابل ہے اگر شیخ یہ ٹوپی مجھے عنایت کر دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ مجھے یہ خیال آیا ہی تھا کہ شیخ نے کہا کہ اپنی چادر مجھے دے۔ میں نے وہ چادر فوراً شیخ کے حوالے کی۔ شیخ نے میری چادر اور اپنی ٹوپی دونوں کو فوراً آگ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ دیدارِ الٰہی کے سوا کوئی دوسری آرزو دل میں رکھنے کے لائق نہیں ہے ؎

دلے کز غیرِ اُو اندیشہ وارد ۔ مگس جائے پری در شیشہ دارد

(۴) ایک شخص نے دو درہم کا جوتا خریدا اور پہن کر حضرتِ شیخ شبلی ؒ کی خدمت میں پہنچا۔ اور دریافت کیا کہ اے شیخ محبّتِ الٰہی کیا چیز ہے اور کیونکر حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جو شخص دو درہم کا جوتا پہنتا ہے اور نفس کی خواہشوں پر ریجھ رہا ہے۔ اور لذّتِ خودی میں بے خود ہو رہا ہے۔ اُس کو خدا اور محبّتِ خدا سے کیا سروکار ہے۔

**بعدِ مُردن**

(۱) حضرت شبلی ؒ کو اُن کی وفات کے بعد کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ فرمائیے۔ منکر و نکیر کے

ساتھ کیسی گذری۔ آپ نے جواب دیا کہ جب وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ بتا تیرا رب کون ہے۔ تو میں نے جواب میں کہا کہ میرا رب وہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر جماعتِ ملائکہ کو حکم دیا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ یعنی سجدہ کرو آدم کو تو پھر فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْس یعنی سجدہ کیا سب ملائکہ نے مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور اللہ کے حکم سے سرتابی کی۔ اور فرمایا شبلیؒ نے کہ میں اس وقت آدم علیہ السلام کی پُشت میں تھا اِس پر نکیرین بولے کہ اس نے تو تمام اولادِ آدم کی طرف سے جواب دے دیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

(۲) ایک اور بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا گذری ؛ آپ نے بتایا کہ اس بات پر سوال ہو گیا کہ میں دُنیا میں کہا کرتا تھا کہ اِس سے بڑھ کر کوئی نقصان نہیں ہے کہ انسان جنّت کا حقدار نہ ہو اور دوزخ میں بھیج دیا جائے۔ تو فرمایا کہ سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ بندہ اللہ کے دیدار سے محروم رہ جائے۔

# حضرت بلال حبشی رضؓ

**ایمانِ کامل** | اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْجَنَّۃَ لِمَنْ اَطَاعَہٗ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا حدیث رسول صلعم یعنی اللہ تعالیٰ نے جنّت کو اپنے فرمانبردار کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ اگرچہ وہ حبشی غلام ہی

کیوں نہ ہو۔

مکہ معظمہ میں ایک شخص اُمیّہ بن خلف بڑا سخت کافر تھا۔ بہت کچھ مال و متاع اس کے پاس تھا۔ وہ مکّہ کے رئیسوں میں سے تھا۔ دیگر جائیداد کے علاوہ اس کے پاس بارہ غلام نہایت قوی ہیکل تھے۔ ان کو مختلف کاموں پر معمور کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک غلام کے سپرد تھا کُل کام زراعت وکھیتی کیاری سے متعلق۔ دوسرا غلام تمام باغات اور میوے جات وپھلوں کا داروغہ تھا۔ تیسرا غلام تجارت کے کل کام کا نگراں اور چوتھا غلام تمام مویشیوں کا خبرگیراں اسی طرح ایک ایک کام ایک ایک غلام کے سپرد تھا۔ باوجود اس سب کے اُمیّہ راہِ خدا میں کبھی بھی کچھ دینا پسند نہیں کرتا تھا۔ اور اگر کبھی کوئی غلام کسی فقیر کو کچھ دے دیتا تھا تو اُمیّہ اس پر بہت ناراض ہوتا۔

جب کبھی اُسے کوئی سمجھاتا اور نصیحت کرتا کہ اے اُمیّہ دیکھو تو سہی باوجود اس کثرت مال کے راہِ خدا میں مسکینوں اور محتاجوں کی کیوں مدد نہیں کرتا۔ اور کیوں اُن کے ساتھ سلوک نہیں کرتا ہے کیوں آخرت کی تیاری نہیں کرتا تو وہ بدنصیب کہتا تھا۔ کہ اوّل تو آخرت ہے کہاں ؟ اور اگر ہوئی بھی تو میں نے مال اسباب اور اولاد یہ سب کچھ اتنا جمع کرلیا ہے کہ مجھے آخرت کا خوف اور اُس کے انعامات کی ضرورت نہیں ہے اور جواب میں مسلمانوں سے کہتا کہ البتہ آخرت کی ضرورت تم کو ہے۔ مجھے اِن چیزوں کی ضرورت نہیں ہے جن کا لالچ نَعُوذُ بِاللّٰہِ محمد صلعم تم کو دیتے ہیں۔ اور اس طرح لوگوں کو اپنا گردیدہ بناتے ہیں۔ مجھے ان کی اور اُن کے انعامات کی حاجت نہیں

نَعُوذُ بِاللّٰہِ۔

حضرت بلال حبشی رضؓ اسی بدبخت اور روسیاہ کے غلام تھے۔ درپردہ اور خفیہ طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔ ایمان ان کے دل میں جوش مار رہا تھا مگر ظالم کی غلامی اور اس کی قید سے مجبور تھے۔ اُن کے اسلام لانے کی خبر آخرکار اُمیّہ کو ہو گئی۔ چنانچہ اس خبر کو سُن کر وہ غصّہ میں سُرخ ہو گیا۔ اور حضرت بلال رضؓ کو اپنے سامنے بلایا۔ اور کہا کہ اے بلال میں نے سُنا ہے کہ تُو درپردہ مسلمان ہو گیا ہے۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ بلال رضؓ نے سکوت اختیار کیا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ بلکہ خاموش کھڑے رہے۔ سمجھ گیا کہ بیشک یہ مسلمان ہو چکا ہے۔ حضرت بلال رضؓ کے ذمّہ تمام بُت خانوں کی کنجیاں تھیں۔ اور اِن بُت خانوں میں بہت سے سونے اور چاندی کے بُت تھے۔ بلال رضؓ سے یہ کُنجیاں چھین لی گئیں۔ اور کہا کہ اس مبارک خدمت سے تجھے معزول کرتا ہوں۔ پھر دریافت کیا کہ اے بلال! سچ بتا تُو کس کی پرستش کرنے لگا ہے اور کس کو پوجتا ہے۔ بلال رضؓ نے جواب دیا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے خدا کو پوجتا ہوں اور اُسی کی پرستش کرتا ہوں۔ وہی ایک وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ ہے۔ تو اُمیّہ بن خلف جواب میں کہتا ہے کہ اے بلال! اس دین کو چھوڑ دے نہیں تو میں تجھ پر بہت عذاب کروں گا۔ بلکہ تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔ بلال رضؓ نے جواب میں کہا کہ اے اُمیّہ میں اس دین سے پھر نہیں سکتا ہوں۔ تیرا جو جی چاہے کر۔ ظاہر ہے کہ میں تیرا زرخرید غلام ہوں۔

یہ سُن کر اُس شقی ازلی نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اِس کے بدن میں بُول

کے کانٹے چبھودو۔ اور دیکھو جب دُھوپ بہت تیز ہو جائے تو اِس غلام کو گرم پتھروں پر لٹاؤ۔ اور سر سے پیر تک اس پر گرم پتھر رکھو اور اس کے گرداگرد آگ بھی روشن کردو۔ اور اس کو اسلام لانے کا مزہ چکھادو۔ اور جب شام ہو جائے تو اسے اندھیری کوٹھری میں بند کردو اور تمام رات اس کے جسم پر کوڑے لگاؤ۔ اور روزانہ ایسا ہی کرتے رہو۔ ؎

حضورِ کبریا میں اہلِ دیں کی آزمائش ہے ✧ اور اس کے ساتھ ہی اب اہلِ کیں کی آزمائش ہے

اللہ محفوظ رکھے۔ اس بے رحم نے کیسی سخت سزا تجویز کی۔ چنانچہ حضرت بلال رضؓ کو یہ سب سختیاں جھیلنی پڑی ہیں۔ گرم پتھروں پر لٹایا گیا۔ تمام جسم میں ببول کے کانٹے چبھوئے گئے۔ نہایت تپتی ہوئی سلیں اُن کی چھاتی پر رکھی ہوئی ہیں چاروں طرف آگ جلائی جارہی ہے، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر تکلیف سی تکلیف ہے۔ لیکن حضرت بلال رضؓ کی زبان پر فوارے کی طرح اَللّٰہُ اَحَدٌ، اَللّٰہُ اَحَدٌ، برابر جاری ہے۔ اسی عذاب و تکلیف میں ایک دو دن نہیں بلکہ عرصہ دراز گذر گیا۔

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی ✧ مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

ایک روز جبکہ عذاب برابر ہو رہا تھا۔ حضرت بلال رضؓ پکار اُٹھے اور انہیں کچھ مایوسی سی ہو گئی کہ اب میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ مِل سکوں گا اور اُن کی مفارقت میں ہی میری روح تڑپتی ہوئی بدن سے جُدا ہو جائے گی۔ چلا اُٹھے اور مولیٰ کی جناب میں فریاد شروع کی ؎

# نظم

اے خدا اے خالقِ کون و مکاں
اے خدا، اے سرِّ قلب و سرِّ جاں

عشق میں کیوں آزماتا ہے مجھے
اُب غمِ فرقت ستاتا ہے مجھے

کب تلک عاشق کا ہوگا امتحاں
کب تلک مجھ پر ہے یہ قیدِ گراں

پتھروں میں ہو رہا ہوں پائمال
خون تک دینے لگا ہے بال بال

ہر رگ و ریشہ میں کانٹے چُبھ گئے
اور جلایا جا رہا ہوں آگ سے

اِن عذابوں کی مجھے پروا نہیں
اِن تکالیفوں سے دِل دُکھتا نہیں

جاں قالب سے نکل جائے اگر
پتھروں سے سر کچل جائے اگر

آگ میں مجھ کو جلا ڈالیں تو کیا
خاک بھی میری اُڑا ڈالیں تو کیا

جو تری مرضی ہو وہ کر میرا حال
عشق میں ثابت قدم ہوگا بلالؓ

کھال بھی میری اگر کھینچ جائے گی
اُف نہیں میری زباں پر آئے گی

دفترِ عشاق میں لکھ لے مجھے
جس قدر ایذائیں ہوں بھر دے مجھے

دیکھ پھر کس شوق سے لیتا ہوں میں
جان پھر کس شوق سے دیتا ہوں میں

عشق کا رستہ کوئی آساں نہیں
آدمی میں دل نہیں یا جاں نہیں

ہائے جن پردوں میں تو ہوگا نہاں
مجھ سے لاکھوں لوٹتے ہوں گے وہاں

عشق کی آتش سے ہے سینہ کباب
اک جھلک اپنی دکھا دے بے حجاب

دامنِ رحمت میں مجھ کو ڈھانک لے
مجھ بلالِ خستہ دل کو ڈھانک لے

فُرقتِ محبوب کی طاقت نہیں
اب جُدائی کا الم اُٹھتا نہیں

یا جمال اپنا مجھے مولیٰ دکھا
یا نبیؐ پاک سے مجھ کو مِلا

حضرتِ بلال حبشی رضؓ کی فریاد مولا کو پسند آئی۔ قبولیت کا دروازہ کھل گیا۔ اور اب سبب خلاصی شروع ہوتا ہے۔ اُسی روز جبکہ بلال رضؓ کی فریاد طلوع پر تھی، حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دیوار کے نیچے سے گذرے اور یکایک آپ کے کانوں میں نہایت درد کے ساتھ ہائے ہائے کی آواز آئی۔ صدیق اکبر رضؓ بے چین ہو کر وہیں کھڑے ہو گئے۔ اور دریافت فرمایا کہ لوگو! یہ کس مصیبت زدہ کی آواز ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اُمیّہ کے ایک غلام کی آواز ہے جس کا نام بلال حبشی رضؓ ہے۔ وہ اللہ واحد کی توحید پر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آیا ہے۔ اور اس کے ایمان کی خبر اُمیّہ کو ہو گئی ہے۔ اِس لیے وہ رات دن اب بلال رضؓ پر عذاب کرتا ہے چنانچہ اس وقت بلال ایک کوٹھری میں ہاتھ پاؤں بندھا ہوا کوڑوں سے پٹ رہا ہے آج ہی نہیں بلکہ عرصے سے اس کی یہی کیفیت ہے۔ اے صدیق اکبر رضؓ! بلال رضؓ کی درد آمیز صداؤں سے ہمسائے کے لوگ بے چین ہیں۔ مگر ہمارا کچھ بس نہیں چلتا، کیونکہ اُمیّہ ایک امیرِ کبیر ہے ہم اُس کے غلام کو کیسے خلاصی دلا سکتے ہیں۔

صدیق اکبر رضؓ سنتے ہی لرز گئے اور آسمان کی طرف مُنہ اٹھا کر کہا کہ اے اللہ! عاشقوں کی یہ آزمائش!! حضرت صدیقِ اکبر رضؓ نے تمام رات روتے ہوئے اسی دیوار کے نیچے گذاری۔ صبح ہوئی تو آپ اس مکان میں داخل ہوئے فرمایا کہاں ہے اُمیّہ؟ جب غلاموں نے بتایا تو آپ اُمیّہ کے پاس پہنچے۔ اور فرمایا او ظالم شقی! بلال پر اتنا ظلم! ارے اُس نے خدائے واحد

کو پکارا تیرا کیا بگاڑا۔ تو نے کس لیے اُس پر طرح طرح کے عذاب کر رکھے ہیں! چاہیئے تو یہ تھا کہ ایسا شخص تجھے غنیمت ہوتا کہ اس کے سبب تیری عاقبت درست ہوتی۔ اور قیامت کے عذاب سے مامون ہوتا۔ اِس پر اُمیّہ جواب میں کہتا ہے کہ قیامت ہے کہاں؟ اور اے ابوبکرؓ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہارا دین سچا ہے؟ اور یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ قیامت ضرور آئے گی؟ اور بالفرض عاقبت اور عاقبت کا عذاب و ثواب اگر کوئی حقیقت بھی ہو تو ہونے دو۔ میرے پاس بھی کسی شے کی کمی نہیں ہے۔ پھر میں کیوں اُن نعمتوں پر فریفتہ ہوں۔ جو محض وہمی اور خیالی باتیں ہیں۔ میرے پاس دُنیا میں بہشت موجود ہے۔ اور یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میرے پاس موجود نہ ہو۔ تمام عیش و عشرت کے سامان میرے پاس دُنیا ہی میں موجود ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ یہ باتیں سُن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اچھا تجھے اپنی جان کا اختیار ہے۔ شقی ازلی ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔ لیکن یہ بتا کہ مظلوم بلالؓ پر کیوں اتنا ظلم کر رہا ہے؟

اُمیّہ نے جواب میں کہا کہ میں بلالؓ پر اتنا ہی ظلم کروں گا۔ اور اسی طرح اس کو عذاب میں رکھوں گا۔ اے ابوبکرؓ تمہیں اگر اُس پر ترس آتا ہے۔ تو تم بھی مالدار ہو۔ دُنیا کی ثروت بہت کچھ رکھتے ہو۔ اور اپنی آخرت پر بڑے نازاں ہو۔ یہ ثواب تم ہی کماؤ۔ اور بلال کو مجھ سے خرید لو صدیقِ اکبرؓ کا تو یہی مدّعا تھا کہ بلالؓ کو خرید کر آزاد کر دیں۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ اے اُمیّہ! بلال کے معاوضہ میں کیا مانگتا ہے؟

اُمیّہ ہنسا اور کہا کہ ہاں یہاں تک آپ مستعد ہیں۔ اُمیّہ اپنی دانست میں بلال رضؓ کی قیمت نہایت گراں اور دشوار مانگنی چاہتا تھا۔ اُمیّہ نے کہا۔ کہ دیکھو ابوبکر رضؓ تم اُسے خرید نہ سکو گے۔ اس کی بہت بڑی قیمت ہے! پھر کہا کہ اگر تم بلال رضؓ کو خریدنا چاہتے ہو تو ایک مثقال سونا (ایک سو چالیس تولے) سونا اور نسطاس رومی غلام جو تمہارے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کا کارندہ ہے اور بڑی لیاقت رکھتا ہے۔ کئی ہزار اشرفیاں اُس کی ملک ہیں۔ اُس کو مع اُن اشرفیوں کے مجھ کو دے دو۔ اور بلال رضؓ کو مجھ سے لے لو۔ صدیق اکبر رضؓ نے نہایت خوشی سے منظور کر لیا۔ کیونکہ نسطاس رُومی اگرچہ بہت اچھا کارندہ تھا۔ مگر کافر تھا۔ ایمان نہیں لاتا تھا۔ اُسی وقت آپ نے نسطاس رومی کو مع اُس کے تمام مال و اسباب کے طلب کیا اور اُمیّہ کے حوالے کیا۔ اور ایک مثقال سونا اپنے پاس سے دیا۔ اور اِس طرح بلال رضؓ کو خرید کر آزاد کر دیا پھر آپ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے بلال رضؓ کو ساتھ لیے باہر تشریف لائے۔ اُمیّہ صدیق اکبر رضؓ کو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور اپنے مصاحبوں سے کہتا تھا کہ میں ابوبکر رضؓ کو تمام حجازِ عرب میں نہایت عقلمند جانتا تھا۔ لیکن آج اس معاملہ میں انہوں نے بہت بڑا دھوکا کھایا۔ بلال رضؓ جیسے بے حقیقت غلام کے مقابلہ میں اپنا ایک بہت بڑا بالیاقت غلام دیا اور کئی ہزار اشرفیاں دے کر ایک مفلس و نکما غلام لے لیا۔ میں تو بلال رضؓ جیسے غلام کو ایک پیسے کو بھی نہ خریدتا۔

صدیق اکبر رضؓ نے اُمیّہ کی جب یہ باتیں سنیں تو وہیں ٹھہر گئے۔ اور فرمایا کہ اے اُمیّہ! میں تجھ کو تمام حجازِ عرب میں دُنیا کے معاملات میں نہایت

عقلمند جانتا تھا. لیکن آج تو نے اِس معاملہ میں بہت بڑا دھوکا کھایا۔ اور نسطاس رومی جیسے بے حقیقت غلام اور چند اشرفیوں کے بدلے میں حضرت بلالؓ کو میرے حوالے کر دیا۔ تُو یہ بھی نہ جان سکا کہ یہ خریدار اس سودے کا کہاں تک کا گاہک ہے۔ تجھے خبر نہیں کہ بلالؓ کیا چیز ہے اور اس کا مرتبہ کیا ہے! قسم ہے اللہ کی اگر تو بلالؓ کے بدلے میں یمن کی ساری سلطنت بھی مانگتا تو وہ بھی تھوڑی تھی۔ میں تو اپنا سب مال و منال تجھے دے دیتا اور بلالؓ کو خرید لیتا مگر تو نے بلالؓ کی قیمت کچھ بھی نہ مانگی۔"

حضرت صدیق اکبرؓ بلالِ حبشیؓ کو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ پھر جو کچھ حضرت بلالؓ نے جنابِ رسولِ صلعم کی خدمتِ مبارک میں آ کر لیا سو لیا۔ صحیح مُسلم کی حدیث ہے:۔ اُدِخِلْتُ الْجَنَّةَ وَسَمِعْتُ خَشْخَشَةً اَمَامِي فَاِذَا هُوَ بِلَالٌ۔ حضورِ صلعم فرماتے ہیں کہ جب شبِ معراج میں مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے دیکھا کہ کوئی میرے آگے آگے چل رہا ہے کہ اُس کی جوتیوں کی آواز میرے کان میں آتی ہے۔ پس کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بلالؓ ہیں جو مجھ سے آگے آگے جنت میں چل رہے ہیں،" دوسری حدیث میں حضورِ صلعم فرماتے ہیں کہ جنّت بلالؓ کی مشتاق ہے۔ حقیقت میں رسولِ اکرم صلعم کا فرمان ثابت ہو گیا یہ کہ:۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ لِمَنْ اَطَاعَهُ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا "یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت کو اپنے فرمانبردار بندے کے لیے پیدا کیا ہے۔ اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ غلام و مملوک کے لیے اطاعت باعثِ عزت ہے۔ اور شریف و آزاد کے لیے نافرمانی باعثِ

ذلت ہے ؎

آبرو وہ ہے جو ہو حشر کے دن او منعم ٭ ہم کو دنیا میں نہیں عزت و توقیر پسند

## آخرت کا سودا

حضرت بلال حبشی رض کو اس قدر گراں قیمت پر خرید نے سے صرف اُمیّہ نے ہی یہ خیال نہیں کیا تھا بلکہ اور بہت سے اہلِ کفر نے بھی یہ رائے ظاہر کی تھی کہ صدیق اکبر رض نے بلال حبشی رض کو اس قیمت پر خرید کر نہایت نادانی کا ثبوت دیا ہے۔ اتنی قیمت میں تو کئی غلام مفید و کار آمد خریدے جا سکتے تھے۔ اور اُن سے بہت کچھ دنیا کا نفع کمایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کے جواب میں بھی صدیق اکبر رض نے یہی فرمایا کہ میں نے دُنیا کمانے کے لیے اس غلام کو نہیں خریدا بلکہ اللہ اور اس کے رسولِ مقبول کی خوشنودی کے لیے خریدا ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں پ ۳۰ سورۃ الّیل نازل ہوئی حضرت صدیق اکبر رض کی شان میں اور اسی سودے کے بارے میں ارشاد ہوا کہ :- وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی (اللیل) یعنی قریب ہے کہ بچا لیں گے ہم جہنم کی آگ سے اُس شخص کو کر دیتا ہے مال اپنا واسطے پاک کرنے نفس کے چنانچہ کفار نے کہا کہ کچھ حق بلال رض کا ابوبکر رض پر ہوگا۔ جو اتنا مال اُس پر صرف کر کے اُسے خریدا پس آیت نازل ہوئی :- وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی یعنی اور نہ تھا کسی بشر کا (ابوبکر پر) احقِ نعمت کہ بدلہ دیا اُس کا (ابوبکر صدیق نے) مزید فرمایا :- اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ یعنی مگر کیا ابوبکر رض نے یہ کام واسطے رضائے الٰہی کے جو بلند و بالا ہے اور برتر ہے :- وَلَسَوْفَ یَرْضٰی اور قریب ہے یہ کہ راضی ہو گا رب ابوبکر رض کا ابوبکر رض سے۔ یعنی راضی تو اب بھی

ہے مگر قیامت کے دن اُس کا ظہور ہو گا۔

## بلالِ حبشی رضؓ کی اذان

حضور آقائے نامدار جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اِس دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت بلالِ حبشی رضؓ جو مسجد نبوی میں اذان دینے کی خدمت پر مامور تھے۔ مدینے کی گلیوں میں دیوانہ وار یہ کہتے ہوئے پھرتے تھے :۔ کہ لوگو! اگر کسی نے میرے سردارِ باوقار صلعم کو کہیں دیکھا ہو تو مجھے بتاؤ۔ میرے آقا نے مجھ سے پردہ کر لیا ہے۔ خدارا مجھے میرے آقا سے ملاؤ۔ کچھ دنوں تو حضرت بلال رضؓ کی یہ حالت رہی مگر اس غم والم کو وہ مدینے میں سہار نہ کر سکے اور وہاں سے ہجرت کر کے ملکِ شام کی طرف چلے گئے۔ اور شہر حلب میں سکونت اختیار کر لی۔ مگر فراقِ رسول صلعم کے مریض کو کہاں چین مل سکتا تھا۔ وہاں بھی عشقِ رسول صلعم میں سرگرداں ہی رہتے تھے۔ اسی طرح تقریباً ایک سال گذر گیا تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ روحی فدا جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بلال رضؓ! تم نے ہم سے ملنا چھوڑ دیا اور کیا ہماری ملاقات سے تمہارا دل سیر ہو گیا؟ اتنا سُنا اور خواب میں ہی لبیک لبیک سیّدی کہتے ہوئے بیدار ہو گئے۔ اور کہا۔ اے میرے آقا غلام حاضر ہے۔ اور اُسی وقت مدینہ طیبّہ کی طرف چل کھڑے ہوئے اور رات دن منزلیں طے کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور خیال یہ ہے کہ حضور صلعم دوبارہ زندہ ہو کر مدینہ میں تشریف لے آئے ہیں۔ اور مسجد نبوی میں رونق افروز ہیں اور صحابہ کرام ارد گرد بیٹھے ہیں دل میں یہی خیال ہے کہ جلد سے جلد پہنچیں اور حضور

کی خدمت میں حاضر ہو کر سکونِ قلب حاصل کریں چنانچہ جب مدینے پہنچے تو آپ سیدھے مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور ہر طرف دیوانہ وار حضورؐ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ کبھی صحن کی طرف جاتے ہیں تو کبھی دالان کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ اور آنکھیں اپنے حبیب کی تلاش اور جستجو میں لگی ہوئی ہیں جب اپنے مدعا کو کہیں نہ پایا۔ تو مزارِ اطہر کی طرف آئے اور وہاں کھڑے ہو کر زار و قطار روتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! اس غلام کو حلب سے یہ کہہ کر بُلایا کہ ہم سے مل جاؤ۔ پھر جب یہ غلام لبیک کہتا ہوا حاضر مدینہ ہوا تو حضور پردے میں چھُپ گئے۔

## نظم

اَب کہاں ڈھونڈے غلامِ سرمدی | اَب کہاں دیکھے جمالِ احمدی
اب زیارت ہو کہاں سرکار کی | اب کہاں دیکھوں تمہیں پیارے نبی
اب کہاں دیدارِ مُرسل ہو مجھے | اب کہاں باتیں وہ حضرت سے کرے
قبرِ اطہر سے نہ جب آئی صدا | اور بھی فرقت سے سینہ شق ہوا

روتے روتے جن کو بس غش آگیا
کتنا بے پرواہ ہے تو ربُّ العُلیٰ

بہت دیر میں بلالؓ کو جب ہوش آیا تو لوگ مزارِ اطہر کے پاس سے اُٹھا کر باہر لائے۔ اس عرصہ میں تمام مدینے میں بلالؓ کی آمد کی شہرت ہو گئی اور لوگ اُن کو دیکھنے کے لیے جمع ہونے لگے۔ سب کی یہی آرزو تھی کہ حضور صلعم کے موذن حضرت بلالؓ تشریف لے آئے ہیں چلو اُن سے ملیں اور

درخواست کریں کہ ایک مرتبہ ہمیں اُسی انداز سے اذان سُنا دیں جس طرح وہ حضور صلعم کو سُنایا کرتے تھے۔ چنانچہ اہلِ مدینہ نے اصرار کیا کہ ہمیں اذان سناؤ۔ مگر اُن کے جواب میں حضرتِ بلال حبشیؓ نے فرمایا کہ اب اذان دینی میری طاقت سے باہر ہے۔ میں ہرگز اذان نہ دے سکوں گا۔ انتہائی اصرار کے باوجود آپ نے یہی کہا کہ اذان دینا اب میری طاقت سے باہر ہے۔ اور آپ اذان کے لیے راضی نہ ہوئے۔

آخر اہلِ مدینہ نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارے کہنے سے بلالؓ اذان کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ ایسا کیا جائے کہ پیارے حسنؓ اور حسینؓ کو بلایا جائے اور اُن سے کہا جائے کہ وہ حضرتِ بلالؓ سے اذان کی فرمائش کریں تو اُن کی بات کو یہ نہ ٹال سکیں گے۔ چنانچہ اُسی وقت حضرت حسینؓ کے پاس کچھ لوگ پہنچے اور اُنہیں سب حالات سے اطلاع دی۔ وہ تشریف لائے اور بلالؓ سے اذان دینے کی فرمائش کی۔ بلالؓ نے حضرت حسینؓ کو گود میں اٹھا لیا اور کہا کہ تم میرے نبی صلعم کے جگر گوشہ ہو۔ اور میں تو اسی گھر کا غلام ہوں جس طرح ارشاد ہو گا۔ بلالؓ تعمیل حکم کرے گا۔ چنانچہ کہا اچھا اے حسینؓ مجھے لے چلو جہاں کہو گے وہیں کھڑے ہو کر اذان سُنا دوں گا۔ حضرت حسینؓ حضرت بلالؓ کو لے چلے اور مسجد نبوی کی چھت پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور اب بلالؓ نے اذان دینی شروع کی۔ پہلی ہی مرتبہ جو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آواز گونجی تو زمانۂ نبوت کی سی ایک لہر تمام مدینے میں پھیل گئی اور زمانہ نبوت کا ایک سماں بندھ گیا۔ ہر چھوٹا بڑا کام چھوڑ کر مسجد نبوی کی

طرف دوڑ پڑا حتیٰ کہ عورتیں بھی اپنی چادریں اوڑھ اور بچوں کو لیے ہوئے آ پہنچیں مگر حضرت بلالؓ نے جب اپنی اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه باآوازِ بلند کہا ہی تھا کہ غش کھا کر گر پڑے اور دیر تک ہوش نہ آیا۔ اہلِ مدینہ کے قلب پر ایک حالت طاری ہوگئی۔

## نظم

چیخ اُٹھی اُمّتِ خیر الانام
روتے تھے اہلِ مدینہ سب تمام

بندھ رہی تھیں ہچکیاں مخلوق کی
جان کھوئے دے رہا تھا ہر کوئی

بندھ رہا تھا آپؐ کا سارا سماں
خود نظر آتے تھے واں پیارے میاںؐ

ننّھے بچّے ماؤں سے کہنے لگے
کیا رسول اللہ ہمارے آ گئے

ایک قیامت تھی مدینے میں بپا
جب محمّد نام آیا اے فتا

آگیا غش اُس مؤذن کو وہیں
اور اذاں بھی کر سکا پوری نہیں

ہوش جب آیا تو وہ روتے ہوئے
پھر حلب کی سمت ہجرت کر گئے

چنانچہ جب حضرت بلالؓ کو ہوش آیا تو آپ نے اہلِ مدینہ سے معذرت کی اور کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں جب زمانۂ نبوت میں اذان پڑھتا تھا تو جب بھی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کہتا تھا تو نگاہ اٹھا کر دیکھ لیا کرتا تھا کہ یہ ہیں وہ نبی آخر الزمان اور امام الانبیاء جن کی میں شہادت دے رہا ہوں اب تم ہی بتاؤ کہ میں یہ جملہ کہتے ہوئے کسے دیکھوں۔ اور اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو کہاں پاؤں۔ یہ کہا اور زار و قطار روتے ہوئے مدینہ طیبہ کی بستی سے

باہر چلے گئے۔ اور جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے عرصہ دراز کے بعد حلب پہنچ گئے۔ (الوعظ جلد ۱۵ نمبر ۴)

# حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## صدیق اکبرؓ کا حسب و نسب

آپ کا نام عبداللہ ہے اور کنیت ابوبکر لقب صدیق و عتیق ہے۔ آپ کے والد کا نام ابوقحافہ ہے اور ماں کا نام اُمِّ سلمیٰ۔ آپ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے جا ملتا ہے۔

چالیس برس کی عمر میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اظہار کیا تو اُس کے چند ہی روز بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۳۷ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں چار نام مذکور ہیں۔ یعنی نبی اکرم صلعم کی بیوی اُمّ المومنین حضرتِ خدیجۃ الکبریٰ۔ حضورِ صلعم کے چچازاد بھائی حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثؓ اور حضرت صدیقِ اکبرؓ۔ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مسلمانوں میں سے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ جب ایمان لائے ہیں تو اُن کی عمر ۱۰ سال کی تھی چنانچہ یہ بات صحیح ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ اور غلاموں میں سب سے

پہلے زید بن حارثؓ اور بالغوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ اور جیسا کہ ایک روایت سے ثابت ہے کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدیق اکبر حاضر ہوئے تو حضور صلعم نے فرمایا کہ اے صدیقؓ تو عَتِیْقُ اللهِ مِنَ النَّارِ ہے۔ یعنی تو دوزخ سے آزاد ہے۔ اسی دن سے آپ کا لقب عتیق پڑ گیا۔

**اسلام لانا**

ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان وحی کے مشابہ تھا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ ملک شام میں تجارت کے سلسلہ میں پہنچے تو آپ نے وہاں خواب میں دیکھا کہ ایک نور آسمان سے اُترا اور خانہ کعبہ کی چھت پر پڑا۔ اور وہاں سے مکّہ کے گھر گھر میں پھیل گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر نہ گذری تھی وہ نور خانہ کعبہ پر مجتمع ہو گیا اور وہاں سے وہ نور حضرتِ صدیق اکبرؓ کی گود میں آ پہنچا۔، حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ خواب ملک شام کے بُحیرا راہب سے بیان کیا۔ یہ شخص بڑا تعبیر داں تھا۔ جب اس نے یہ خواب سُنا تو دریافت کیا کہ ابوبکرؓ! تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ بتایا کہ میں مکّہ کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا کس قبیلے سے ہو؟۔ فرمایا قریش میں سے؛ یہ سن کر بُحیرا راہب کو وہ سب کچھ یاد آ گیا جو اُس نے کتب آسمانی میں مطالعہ کیا تھا کہ مکّہ مکرمہ میں جو پیغمبر آخرالزمان پیدا ہو گا، اُس کا مددگار ایک ادھیڑ عمر کا آدمی ہو گا۔ اور ایک جوان عمر کا۔ وہ ادھیڑ عمر کا آدمی اسلام کے ظاہر ہونے کے وقت اُس آخری نبی صلعم کی بڑی مدد کرے گا۔ اُس نبی صلعم کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں اُٹھائے گا

اس کا رنگ گورا ہوگا اور وہ بڑے حلم و وقار کا آدمی ہوگا۔ اُس کے پیٹ پر اور بائیں ران پر دونوں جگہ سیاہ تل ہوں گے۔ چنانچہ بحیرا راہب نے جب حلیہ ملا لیا اور دونوں تلوں کی تصدیق کرلی تو کہا۔ ابوبکر اگر خدائے تعالیٰ نے تمہارا خواب سچا کر دیا تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ عنقریب تمہارے قبیلہ سے ہی خدائے تعالیٰ اُس آخری نبی صلعم کو پیدا کرے گا۔ اور تم اس نبی کی زندگی میں بھی اُس کے خلیفہ ہوگے اور وفات کے بعد بھی خلافت کا تاج تمہارے ہی سر پر رکھا جائے گا۔ بحیرا نے حضرت ابوبکرؓ کو خبردار کیا۔ کہ جو جو تکلیفیں تمہیں پہنچیں اُن سے گھبرانا نہیں بلکہ اُن پر صبر کرنا اور اُس آخری نبی صلعم کی مدد پر ڈٹے رہنا۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس بات کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھا اور کسی پر ظاہر نہیں کیا اور جب مکہ معظمہ واپس پہنچے تو اہلِ مکہ سے دریافت کیا کہ کیا کوئی نیا واقعہ تو مکہ میں نہیں ہوا ہے؟ تو مکہ والوں نے بتایا کہ تمہارے شام جانے کے بعد یہاں محمدؐ ابنِ عبداللہ ابنِ عبدالمطلب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ہمارے آبا و اجداد کے دین کی جڑیں اکھیڑ رہے ہیں۔ جب آپ اہلِ مکہ سے علیحدہ ہوئے تو آپ سیدھے درِ رسول پر پہنچے ؎

ملائک جس کی دربانی کے خاطر ہاتھ ملتے ہیں　　درِ دولت سرا پر اُس کے پہنچایا ہے قسمت نے

آتشِ شوق دل میں روشن تھی اور وہ محبت جو خواب کی تعبیر کے وقت سے دل میں جوش مار رہی تھی تیز ہو گئی۔ آپ آکر بیٹھے ہی تھے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ ابوبکر اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تو اللہ کی توحید پر اور میری نبوت پر ایمان لا ابوبکرؓ نے خوشی کو ضبط کیا اور دریافت کیا کہ کچھ نبوت کی

دلیل ہے ؟ تو جواب میں حضورِ صلعم نے فرمایا :۔

## نظم

میرے عاشق اور میرے جاں نثار
تجھ کو یہ لائق نہیں ہے زینہار
اے ابوبکر اے مرے مونس رفیق
اے مرے ساتھی مرے مشفق شفیق
تو مری سچائی کی پوچھے دلیل
ایسا دانا ہو کے اور ایسا عقیل
یاد کر وہ خواب ملکِ شام کا
تُو نے جو راہب بُحیرا سے کہا
اُس کی جو تعبیر تھی وہ میں ہی ہوں
جس کی فرقت میں ہے تو حالِ زبوں
سُنتے ہی صدیق کی ہچکی بندھی
آشکارا ہو گیا جذبِ دلی !
سینۂ اطہر سے جا چمٹے وہیں
چوم لی تاجِ نبوّت کی جبیں!
اور وہیں ایمان لائے آپ پر
بن گئے پروانۂ خیر البشر
ایک اس کو کہتے ہیں وصلُ الحبیب
ایک وہ ہو گا جو ہم تم کو نصیب — انشاءاللہ

حضورؐ صلعم نے فرمایا کہ وہ تیرا خواب ہے جو تُو نے ملکِ شام میں دیکھا اور بُحیرا سے جس کی تعبیر تجھ کو ملی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ فقرہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضور کی پیشانی کو چُوم لیا اور بآوازِ بلند کہا :۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اور پھر ساری عمر عشقِ رسول میں ہی گذار دی۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام لوگوں میں زیادہ عزیز زیادہ بہتر اور زیادہ کریم میرے وہ اصحاب ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور جنھوں نے میری تصدیق کی اور پھر میرے سارے صحابیوں میں میرے نزدیک

زیادہ عزیز زیادہ بہتر اور خدا کے نزدیک زیادہ کریم دین و دُنیا میں زیادہ فضیلت رکھنے والے ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ کیونکہ لوگوں نے مجھے جھٹلایا اُنہوں نے میری تصدیق کی لوگوں نے میرا انکار کیا اور وہ بغیر حجت کے مجھ پر ایمان لائے۔

## صدیق اکبر رضؓ کا رتبہ

روض الافکار میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ عزیز زیادہ بہتر زیادہ کریم میرے وہ اصحاب ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی اور میرے سارے صحابیوں میں میرے نزدیک زیادہ عزیز زیادہ اور خدا کے نزدیک زیادہ کریم نیز دین و دنیا میں زیادہ فضیلت رکھنے والے ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ لوگوں نے پس و پیش کی اور انہوں نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائے اور مجھ سے اُنس و محبت کی اور ہر دم میرے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی جان اپنی اولاد اور اپنے مال پر مجھے ترجیح دی۔ حضور صلعم نے مزید فرمایا کہ تم میں سے جو شخص مجھ کو دوست رکھے اُسے ابوبکر رضؓ کو دوست رکھنا چاہیئے اور جو میری بزرگی کرنی چاہے اُسے ابوبکر رضؓ کی بزرگی کرنی چاہیئے۔ جو شخص خدا کی درگاہ میں تقرب حاصل کرنا چاہے اُسے ابوبکر رضؓ کی اطاعت کرنی چاہیئے وہ میری اُمت کا میرے بعد خلیفہ ہوگا۔

فردوس العارفین میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے رسولِ خدا کے خلیفہ آپ اس رتبہ کو کیونکر پہنچے۔ حتیٰ کہ ہم سب سے آگے بڑھ گئے۔ تو آپ نے جواب

دیا کہ پانچ باتوں کی وجہ سے :-

۱- میں نے لوگوں کو دو طرح کا پایا- ایک وہ ہیں جو دنیا کی طلب میں مٹے ہوئے ہیں دوسرے وہ جو آخرت کی طلب میں کوشاں ہیں- میں نے آخرت کی طلب میں کوشش کی-

۲- جب سے میں اسلام میں داخل ہوا ہوں- کبھی دنیا کا کھانا پیٹ بھر کر نہیں کھایا- کیونکہ مجھے معرفتِ الٰہی کی لذّت نے دُنیا کے کھانے کی لذت سے بالکل مستغنی اور بے پروا کر دیا-

۳- جب سے میں اسلام میں آیا- کبھی سیر ہو کر دنیا کا پانی نہیں پیا- کیونکہ محبتِ الٰہی نے مجھے دُنیا کے پانی کی لذّت سے بے پروا کر دیا-

۴- جب مجھے دُنیا اور آخرت کے دو کام پیش آئے- تو میں نے دنیاوی کام پر اُخروی کام کو ترجیح دی- اور اُسے اختیار کر لیا-

۵- میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و خدمت میں زیادہ حاضر رہا- حضرتِ انس سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ میری اُمّت کو ابوبکرؓ کی محبّت واجب ہے -

## ہجرت میں رفیقِ غار

تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان سے اترا اور مکہ معظمہ کی زمین پر نازل ہوا- مکے اور اس کے نواح کا سارا میدان اس کے نُور سے روشن ہو گیا- پھر وہ چاند زمین سے آسمان کی طرف چڑھ گیا- مگر پھر دوبارہ وہاں سے اتر کر مدینہ

منورہ کی زمین پر نازل ہوا۔ اور بہت سے تارے بھی چاند کے ساتھ ساتھ زمین پر اُترے۔ پھر وہ چاند اور تمام تارے مدینہ سے مکّہ مکرمہ آئے اور وہاں سے اِن سب تاروں کے ساتھ وہ چاند دوبارہ مدینہ واپس پہنچا اور حضرتِ عائشہ صدیقہ رضؓ کے حجرہ میں داخل ہوا۔ حجرے کی زمین شق ہوئی اور وہ ماہتاب اُس زمین میں چھُپ گیا۔

حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کو اللہ تعالیٰ نے تعبیر خواب میں بڑا ملکہ عطا کیا تھا چنانچہ آپ نے اپنے خواب کی خود ہی تعبیر فرمائی کہ وہ چودھویں رات کا چاند جناب سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہ جن کی ذاتِ گرامی نے سب سے پہلے مکّہ معظمہ کی زمین کو منور کیا۔ اور پھر حضورِ صلعم شبِ معراج میں آسمانوں میں تشریف لے گئے اور وہاں سے اُتر کر مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے۔ یعنی مکّے سے ہجرت کریں گے۔ اور پھر وہاں سے اُن تاروں کے ساتھ یعنی اپنے اصحابِ کبار رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکّہ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہوں گے اور پھر مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے اور پھر زمانہ علالت میں حجرۂ عائشہ میں مقیم رہیں گے اور پھر وہیں مدفون ہوں گے۔

صدیقِ اکبرؓ کے اِس خواب کی تعبیر اس طرح پوری ہو رہی تھی کہ ہجرت سے قبل ہی اُنھوں نے یقین کر لیا تھا کہ ایک روز ہجرت کرنی ہوگی۔ اسی وجہ سے سامانِ سفر کی تیاری آپ نے کر لی تھی۔ ادھر یہ صورت تھی کہ نزولِ وحی کے تیرہ برس تک کفّارِ مکّہ نے حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جو تکالیف دیں ان کی انتہا ہو چکی تھی۔ اگرچہ اس وقت تک بھی بہت سے لوگ ایمان لا چکے تھے مگر مخالفت کا جذبہ

عام تھا۔ اس درمیان میں حضور صلعم نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا تھا۔ اور صحابہ کرام رضؓ آہستہ آہستہ مدینہ کی طرف جا رہے تھے حضرتِ عمر رضؓ بھی حضور صلعم کے حکم سے مدینہ جا چکے تھے۔ صدیق اکبر رضؓ نے کئی مرتبہ عزم کیا اور حضور کو مشورہ دیا۔ مگر ہر مرتبہ نبیؐ اکرم صلعم نے یہی ارشاد فرمایا کہ مجھے ابھی ہجرت کی اجازت نہیں ملی ہے۔ میں اللہ رب العزّت کے حکم کے انتظار میں ہوں۔ چنانچہ جس دن کفارِ مکہ نے یہ فیصلہ کیا کہ آج رات کو حملہ کر کے کام تمام کر دیا جائے اُسی دن حضرتِ جبریل امین تشریف لائے۔ اور حضورِ صلعم کو دشمنوں کے مشوروں سے پورے طور پر آگاہ کر دیا۔ اور بتا دیا کہ آج رات آپ اپنے بچھونے پر حضرت علی رضؓ کو سلائیں اور حضرتِ ابوبکر رضؓ کو ہمراہ لے کر مدینے تشریف لے جائیں"۔ یہ حکم سُن کر حضورؐ اکرم صلعم اُسی وقت جبکہ دوپہر کا وقت تھا حضرت صدیق اکبر رضؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور سارا واقعہ بیان فرمایا۔ ہجرت کے حکم کی اطلاع پا کر ابوبکر صدیق رضؓ نے عرض کیا حضورؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر اجازت ہو تو یہ غلام بھی جناب کی رکابیں پکڑ کر ساتھ چلے۔ نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ یہ تم کیا کہتے ہو۔ تمہارے ساتھ لے جانے کا حکم تو عرشِ الٰہی سے آیا ہے۔ یہ اذن اور حکم ملتے ہی صدیقِ اکبر رضؓ فرطِ انبساط میں رونے لگے اور عرض کیا کہ یا حضرت میں نے تو چھ مہینے پہلے ہی سے سامانِ سفر تیار کر لیا ہے۔ جس وقت حضور فرمائیں میں حاضر ہوں دو اونٹ پیش کیے کہ یہ اسی غرض کے لیے تیار رکھے گئے ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا ابھی مجھے دوسرے حکم کا انتظار ہے"۔ وہاں سے حضور اکرم صلعم حضرت علی رضؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے علی رضؓ! تم کو آج رات ہمارے

بستر پر لیٹنا ہے اور ہمیں ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر آج رات عازم مدینہ ہونا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بخوشی تعمیل ارشادِ والا منظور کی۔ حضور صلعم نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اہلِ مکہ کی جو امانتیں ہمارے پاس ہیں وہ سب واپس کر دینا۔

نصف شب میں جبریل امین تشریف لائے اور دوسرا حکم پہنچا دیا کہ اب عازمِ مدینہ ہو جایئے، تو نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ چاروں طرف کافر ہیں میں اس وقت کس طرح جا سکتا ہوں۔ تو جبریلؑ نے یہ حکم پہنچایا۔ کہ یہ آیت پڑھیے اور تھوڑی سی خاک پر دم کر کے ان کافروں کی طرف پھونک دیجئے:۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○ (پ ۲۲، یٰسین، ع ۱، آیۃ ۸-۹) یعنی ہم نے اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔ پھر وہ ٹھوڑیوں تک اَڑ گئے ہیں۔ جس سے اُن کے سر اُوپر کو ڈھل گئے ہیں اور ہم نے ایک آڑ اُن کے سامنے کر دی اور ایک آڑ اُن کے پیچھے کر دی۔ جس سے ہم نے ہر طرف سے اُن کو گھیر دیا۔ پس وہ دیکھ نہیں سکتے چنانچہ حضور صلعم نے ایسا ہی کیا اور تھوڑی سی خاک پر یہ مبارک آیتیں پڑھ کر دم کیں اور وہ مٹھی خاک کافروں کی طرف پھینک دی۔ یہ ایک مٹھی خاک ستر آدمیوں کے منہ، سر، اور آنکھوں میں بھری۔ اور عجیب بات یہ ہوئی کہ بجائے تکلیف ہونے کے اُن سب کو نیند آگئی۔ اس طرح اللہ ربّ العزّت اپنے رسول کو سب کے سامنے سے سلامت نکال کر لے گیا۔

حضور اکرم صلعم وہاں سے روانہ ہو کر حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کے مکان پر پہنچے

صدیق اکبرؓ آپ کو ساتھ لے کر غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرتِ صدیق اکبرؓ کا یہ حال تھا کہ کبھی دائیں طرف چلتے تو کبھی بائیں طرف اور کبھی آگے تو کبھی پیچھے۔ اور یہ سب اِس لیے کہ حضور کو کانٹوں وغیرہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے جب جبلِ ثور کے قریب پہنچے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم صلعم کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا۔ تاکہ حضورؐ کا نقشِ قدم زمین پر کھوجیوں کو نہ مل سکے۔ غار کے منہ پر پہنچ کر حضور سے درخواست کی کہ حضور ذرا دیر باہر ہی توقف فرمائیں میں پہلے غار میں جا کر ذرا دیکھ لوں تاکہ کیڑے پتنگے کی قسم کا کوئی جانور ہو تو اُس کا گزند مجھے پہنچے حضور محفوظ رہیں۔ چنانچہ خود اُس تاریک رات میں تنگ و تاریک غار میں گھُسے جس میں سانپ اور بچھوؤں کے ہونے کا بڑا امکان تھا۔ اور ہاتھ سے زمین کو صاف کیا۔ جس قدر سوراخ محسوس ہوئے اُن کو اپنا کپڑا پھاڑ کر بند کیا۔ کپڑا ختم ہو گیا اور ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ تو اُس سوراخ پر اپنی ایڑی لگا لی۔ اور حضورِ اکرم صلعم سے عرض کیا کہ حضور اندر تشریف لے آئیں۔ اور پھر جب حضور اندر تشریف لے گئے تو عرض کیا کہ حضورؐ میرے زانوں پر سر رکھ کر کچھ دیر آرام فرمائیں کیونکہ جناب ساری رات جاگتے رہے ہیں۔ اِدھر تو آفتابِ نبوت نے غار میں آرام فرمایا۔ اُدھر ایک ببول کا درخت بہت دُور فاصلے سے آیا اور غار کے منہ پر چھا گیا اور پھر ایک مکڑی نے غار کے منہ اور ببول کے درخت پر فوراً ہی ایک بہت بڑا جالا پُور ڈالا اور اس طرح اس کا راستہ بند ہو گیا۔ پھر ایک جنگلی کبوتر کو حکم ہوا کہ وہ راتوں رات اس جھُنڈ میں اپنا گھونسلا بنائے اور انڈے دے۔ چنانچہ وہ حکمِ خداوندی بجا لایا۔ اور رات ہی رات میں یہ سب

کچھ مکمل ہو گیا۔

حضرتِ صدیق اکبرؓ سے غار کے موقع پر جو رفاقت ظاہر ہوئی اُس کا ذکر اس آیۂ مقدسہ میں ہے:- ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ (پ، توبہ۔ ع، آیۃ ۴۰) یعنی جبکہ دو ۲ آدمیوں میں سے ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جب حضورِ اکرم صلعم حضرت صدیقِ اکبرؓ کے زانو پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے اس وقت صدیق اکبرؓ کی ایڑی میں سانپ نے کاٹا جس کی وجہ سے انہیں سخت تکلیف ہوئی مگر آپ نے زانو کو حرکت نہ دی کہ مبادا حضور کو تکلیف ہو اور آپ کی آنکھ کُھل جائے۔ مگر سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے تکلیف اس قدر تھی کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور ٹپک کر حضورؐ کے چہرے مبارک پر پڑے۔ حضورؐ کی آنکھ کھل گئی دریافت فرمایا ابو بکرؓ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ عرض کیا کہ حضورؐ کوئی زہریلا سانپ مجھے کاٹتا ہے۔ حضور نے فرمایا وہ پیر میرے سامنے لاؤ۔ حضور نے دم کیا۔ فوراً اُس زہر کا اثر اور ساری تکلیف دُور ہو گئی۔ مگر سانپ کے زہر کی وجہ سے ابو بکر صدیقؓ کو سخت پیاس معلوم ہوئی۔ حضور نے فرمایا غار میں ذرا آگے دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پانی بھیجا ہے۔ چنانچہ جب آپ اس طرف بڑھے تو آپ کو پانی مِل گیا۔

جب صبح ہوئی تو کافروں کی جماعت پیروں کا کھوج لگاتی ہوئی غارِ ثور تک پہنچی۔ کھوجیوں نے کہا کہ یہاں تک تو دونوں کے پیروں کے نشانات ہیں مگر آگے صرف ابو بکر صدیقؓ کے ہیں اور حضور کے نہیں ہیں مگر سوائے اس غار کے اور کہیں نہیں ہو سکتے مگر بعض دوسروں نے کہا کہ تم بیوقوف ہو اس غار میں کیسے

جا سکتے ہیں۔ غار کا منہ ببول کے درخت سے بند ہے۔ مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے۔ کبوتر کا گھونسلا بنا ہے اس میں انڈے رکھے ہیں۔ اس غار میں جانا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب ان لوگوں میں آپس میں یہ قیل و قال ہو رہی تھی تو آوازیں اندر غار میں جا رہی تھیں جس سے حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کو پریشانی پیدا ہوئی تو قرآن پاک میں ارشاد ہوا:۔ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج۔ (پ۱۰۔ التوبہ، ع ۶، آیۃ ۴۰) ۔ یعنی جس وقت کہ فرمایا رسول صلعم نے واسطے اپنے رفیق کے کہ (اے ابوبکر) غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اُس وقت صدیقِ اکبرؓ کو اپنی جان کا صدمہ نہ تھا جیسا کہ اُنھوں نے حضور صلعم سے عرض کیا۔ کہ حضور مجھے اپنی جان کا صدمہ نہیں ہے مگر ڈر یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ حضور کو کوئی صدمہ پہنچا تو اس زمین پر اللہ کا نام لینے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ بہرحال صدیقِ اکبرؓ کو حضور کے فرمانے پر بالکل اطمینان ہو گیا۔ اُدھر اُن کافروں نے فیصلہ کیا کہ اس غار میں جانا ممکن نہیں ہے اس لیے وہ سب لوگ واپس چلے گئے۔

حضورِ اکرم صلعم اور صدیقِ اکبرؓ تین دن اسی غار میں رہے۔ عامر بن فُہیرہ جو صدیقِ اکبرؓ کا غلام تھا اور اسی غار کے آس پاس بکریاں چرایا کرتا تھا رات کے وقت دودھ والی بکریوں کو غار میں چھوڑ آتا تھا جن سے ضرورت کے مطابق دودھ لے لیا جاتا تھا۔ چنانچہ تین رات دن اسی طرح گذرے اور چوتھے دن وقت مقررہ پر صدیقِ اکبرؓ کا غلام عبداللہ بن اُرَیقِط دو اونٹ لایا ایک اونٹ پر حضور اکرم صلعم اور ابوبکر صدیقؓ سوار ہوئے اور دوسرے پر عامر بن فُہیرہ اور عبداللہ بن اُرَیقط سوار ہوئے اور جانب مدینہ روانہ ہوئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ بات کیا کچھ کم ہے کہ قرآن مجید میں کئی آیتیں اُن کے بارے میں نازل فرمائیں لِصَاحِبِہٖ میں تو گویا صاف ہی بیان کر دیا کہ وہ نبی اکرم صلعم کے رفیق تھے اور اسی آیت کے اگلے ٹکڑے میں ارشاد ہوا:۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین صدیق رضؓ پر نازل فرمائی۔ صاحبِ تفسیر کبیر لکھتے ہیں:۔ کہ یہ تسکین صدیق اکبرؓ پر ہی نازل فرمائی کیونکہ ان کو نبی اکرم صلعم کی جان کا غم و صدمہ تھا۔ خود حضور اکرم صلعم کا قلب تو بالکل مطمئن تھا۔ اس لیے کہ وعدۂ الٰہی فتح قریش کا تھا۔

## نظم

عجب رُتبہ کیا اللہ نے صدیقِ اکبرؓ کا
بنایا غار میں بھی اُن کو یار اپنے پیمبر کا

مقرّب ہیں وہ برزخ میں قیامت میں بھی ہونگے
محمدؐ سے نہ تھا کچھ قرب اُن کو زندگی بھر کا

قرابت ایسی اُس نورِ عائشہ کو ہے محمدؐ سے
کیا حق نے رسول اللہ کو زوج ان کی دختر کا

وہ بعد از انبیاء و مرسلین کے سب سے افضل ہیں
بیاں کیا کیا ہو مجھ سے وصف اُس محبوبِ سرور کا

## دیگر

مُحبِّ کبریا۔ صدیقِ اکبرؓ
حبیبِ مصطفےٰ۔ صدیقِ اکبرؓ

عتیقِ ہر بلا۔ صدیقِ اکبرؓ
صدیقِ باخدا صدیقِ اکبرؓ

امیرِ اعظمِ دُنیائے اسلام
وزیرِ مصطفےٰ۔ صدیقِ اکبرؓ

سرافرازِ خطابِ ثَانِیَ اثْنَیْنِ
صفی و مقتدا۔ صدیقِ اکبرؓ

کمالاتِ نبوت کے مُصَدِّق
صداقت آشنا۔ صدیقِ اکبرؓ

نہ تھا پہلے۔ نہ ہو گا تا قیامت
رسولوں کے سوا۔ صدیقِ اکبرؓ

جہانِ آب و گِل میں افضل النّاس ۔ ہیں بعدِ انبیاءؑ۔ صدیقِ اکبرؓ

معیّت ہے خدا سے جن کو حاصل ۔ ہیں ایسے باخدا۔ صدیقِ اکبرؓ

محمدؐ قدر دانِ حُبِّ صدیقؓ ۔ محمدؐ پر فِدا ۔ صدیقِ اکبرؓ

صحابیؓ ہیں ستارے۔ ان میں ہیں وہ ۔ چمکتے چاند وہ ۔ صدیقِ اکبرؓ

رہے ہر آن غزوات و سفر میں ۔ رفیقِ مصطفےٰ۔ صدیقِ اکبرؓ

زبانِ کِلکِ قدرت پر ہے جاری ۔ بڑی مدح و ثنا۔ صدیقِ اکبرؓ

## صدیق اکبرؓ کے پوشیدہ اعمال

جناب امیرالمومنین خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیّت تھی کہ راتوں کو ایسے ایسے برگزیدہ عمل کرتے تھے کہ جن کے سننے سے دِل پر اثر پڑتا ہے اور زادِ آخرت حاصل کرنے کے لیے چشمِ بصیرت کھلتی ہے۔

معتبر روایت ہے کہ حضرتِ عمر فاروقؓ جو خود بھی اخفائے زادِ آخرت میں راتوں کو مدینے کی گلیوں اور محلوں میں غریبوں کے گھر گھر جاتے تھے، اور چاہتے تھے کہ پوشیدہ طور پر خلق اللہ کی خدمت کریں۔ ان کے برتنوں میں پانی ڈالیں۔ ایندھن پہنچائیں لیکن جہاں کہیں وہ جاتے تھے ان سب کاموں کو پہلے سے ہی پورا کیا ہوا پاتے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ اکثر حیران ہوتے تھے ۔ کہ الٰہ العالمین تیرے بندوں میں یہ کونسا ایسا پیارا بندہ ہے۔ جو عمرؓ سے پہلے خلق اللہ کی اس درجہ خدمت کر بھی چکتا ہے۔ اور مجھے ان کی امداد کا زیادہ موقع نہیں دیتا۔ آخر ایک روز آپ ایک بڑھیا کے مکان پر پہنچے اور خیال کیا کہ اِس ضعیفہ کی خدمت کا موقع مجھے ضرور ملے گا۔ اس بیچاری کی

خدمت کسی نے نہیں کی ہو گی۔ مگر دیکھتے کیا ہیں کہ اس کے پانی کے برتن بھی بھرے ہوئے ہیں اور آٹا۔ کھجوریں اور ستو بھی موجود ہیں تو خیال آیا۔ کہ اس ضعیفہ کی نجاست صاف کرنے کا موقع مجھے ضرور ملے گا۔ مگر جب وہاں جاکر دیکھتے ہیں۔ تو وہ بھی صاف ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کوئی صاف کر کے گیا ہے۔ حیران رہ گئے اور اپنے دل میں کہا۔

## نظم

کون ہے تو اے غریبوں کے رفیق
کر رہا ہے ان کی خدمت ہر طریق

کچھ تو تُو اپنا پتہ مجھ کو بتا
کون ہے تُو اور ہے تیرا نام کیا

تیری اس خدمت سے میں حیران ہوں
یہ بتا اب کس کی خدمت میں کروں

لے گیا سارے عمل تو اے فتا
اے مقدس ذات تو حد کر گیا

اک ضعیفہ کی نجاست تک نہیں
صاف کر دی تو نے اس تک سے زمین

کس قدر مخلوق کا خادم ہے تو
کیوں نہ ہو تو دو جہاں میں سرخرو

آہ اس اخلاص و خدمت کی نظیر!
مل نہیں سکتی ہے دُنیا میں مدُیر

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اعمالِ اخلاص انتہا کو پہنچے ہوئے تھے جو اُن کے لیے زادِ آخرت اور توشۂ عقبیٰ کی کافی دلیل ہے (الوعظ جلد ۴ نمبر ۱۲)

## رسول اللہ صلعم سے عشق

حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق تھا اُس کا ایک نمونہ ذیل کی روایت سے معلوم ہو گا۔ حضورِ اکرم کی وفات

کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ صرف سوا دو برس زندہ رہے اور سینہ میں فرقتِ رسولِ صلعم کے شعلے بھڑکتے رہے اور آخر کار ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ یوم دوشنبہ آپ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے محبوب سے جا ملے۔

امام شعرانی اپنی کتاب طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں:۔ غَلَبَ عَلَیْہِ الْحُزْنُ حَتّٰی کَادَ یُشَمُّ مِنْ فَمِہٖ رَائِحَۃُ الْکَبِدِ الْمَشْوِیِّ۔ یعنی صدیقِ اکبرؓ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی جدائی اور فراق کا الم اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ جس سے آپ کا سینہ کباب کی مانند آہستہ آہستہ جل رہا تھا۔ اور آپ کو حضورِ صلعم کی مفارقت کے علاوہ اور کوئی دوسرا غم نہ تھا حالانکہ آپ بڑے مستقل مزاج۔ انتہا درجہ کے ضابط تھے۔ ایک روز مسجد نبوی میں بیٹھے بیٹھے جہاں آپ بڑے بڑے امورِ خلافت انجام دے رہے تھے یکایک کھڑے ہو گئے اور مسجد نبوی سے باہر نکل کر اُس راستہ پر تیز قدموں روانہ ہو گئے جو ملک شام کی طرف جاتا ہے۔ مگر تھوڑی دُور چل کر ٹھہر گئے اور پھر آہستہ آہستہ مسجد نبوی میں واپس تشریف لے آئے۔ لوگوں نے نہایت اَدب سے دریافت کیا۔ کہ اے پیارے صدیقؓ! آپ اس وقت مُلک شام کی سڑک پر کیوں تشریف لے گئے تھے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا:۔

## نظم

کیوں گیا تھا کیا بتاؤں کیا کہوں
قلبِ محزوں بہ رہا ہے بن کے خوں

کس کے استقبال کو پہنچا تھا میں
کس کے لینے کے لیے دوڑا تھا میں

کس کے آنے کا تصور دل میں تھا
کس کے رستہ میں ہوا جا کر کھڑا

اِک دفعہ حضرتؐ گئے تھے ملکِ شام
اور کیا تھا واں کئی ہفتے قیام

پھر اسی رستے پہ اک دن یہ ہوا
چاند وہ آتا دکھائی دے گیا

آگیا میں جن کو لے کر اپنے ساتھ
آگیا وہ گوہرِ مقصود ہاتھ

آج بھی مجھ کو یہی آیا خیال
چل لیا ہے۔ شام سے وہ باکمال

بہرِ استقبال میں پہنچا وہاں!
تا کہ لے آؤں میں حضرتؐ کو یہاں

دیر تک واں منتظر بیٹھا رہا
آرہے ہوں گے محمد مصطفےٰؐ

آہ لیکن وہ نہیں آئے ستم
گر پڑا صدیقؓ پر کوہِ الم

کچھ نہ پوچھو دوستو صدیقؓ کی
کیونکہ جھیلے وہ فراقِ احمدی

## صدیقِ اکبرؓ کی وفات

اِس فراق اور آتش عشق نے آخر سینۂ صدیقؓ کو کباب کر ڈالا۔ اور آپ بیمار ہو کر صاحبِ فراش ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ اے صدیقؓ! ہم کسی طبیب کو بُلا کر آپ کا علاج معالجہ کرائیں۔ تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ ایک طبیبِ حاذق نے مجھے دیکھ لیا ہے اور میری نسبت اُس نے یہ تجویز کیا ہے کہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنی ہم جو چاہیں گے وہ کریں گے۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ حکمِ خداوندی بیان فرما رہے ہیں۔ کہ اس کی مرضی میں کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ جب اس مریضِ عشق کی حالت بہت نازک ہو گئی تو تیمارداروں نے طبیب کو بُلا کر دکھایا تو طبیب نے پورے معائنہ کے بعد کہا کہ اِس جسدِ نورانی کو کوئی مرض نہیں ہے۔ البتہ ہم

# نظم

کسی کے عشق میں سینہ کباب ہے انکا
کسی کے ہجر کی ان کو نہ تاب ہے گویا

حبیب ہے کہ جُدا ہے حبیب سے اپنے
نصیب ہے کہ خفا ہے نصیب سے اپنے

دکھادو ایک نظر ان کا تم انہیں محبوب
ابھی یہ خاصے ہیں اچھے ہیں تندرست ہیں خوب

جب طبیب کی یہ رائے سُنی تو لوگ سمجھ گئے کہ اَب وقت آگیا ہے۔ اُن کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اُن کے رونے کی آواز حضرتِ صدیق اکبرؓ کے کانوں میں پہنچی تو آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا پیارے علیؓ کہاں ہیں؟ اُسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سامنے آئے۔ حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ اے علیؓ! جب میری وفات ہو جائے تو مجھے تم اپنے اُن ہاتھوں سے غسل دینا جن سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے غسل دیا ہے اس کے بعد مجھے میرے پرانے کپڑوں میں کفنا کر روضۂ حبیب صلعم کے سامنے میرا جنازہ رکھ دینا۔ پھر اگر خود بخود روضۂ اطہر کا دروازہ کھل جائے تو مجھے میرے حبیبؐ کے پاس دفن کر دینا۔ ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

"شواہد النبوۃ" میں لکھا ہے کہ قریبِ وفات صدیقِ اکبرؓ نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:۔ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ اور پھر صدیق اکبرؓ سے مصافحہ کیا اور اپنا دستِ نورانی صدیقؓ کے سینہ پر پھیرا جس سے آپ کے سینہ کی تمام کلفت دور ہو گئی۔ پھر فرمایا صدیق! ہم سے ملنے میں کیوں دیر کر رکھی ہے، یہ سُن کر صدیق اکبرؓ خواب

میں ہی اس قدر روئے کہ تمام گھر والے آپ کے چاروں طرف آکر کھڑے ہو گئے اور سُنا کہ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ دیکھئے مجھے کب حضور صلعم کا دیدار میسّر ہوتا ہے ؟ اور کب یہ بیمارِ عشق وصال کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے ؟ چنانچہ اس خواب میں حضورِ والا صلعم پیارے صدیق اکبرؓ کو تسکین دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں ہماری تمہاری ملاقات کا وقت اب بہت قریب آپہنچا ہے۔

صدیق اکبرؓ خواب سے بیدار ہوئے اور پسماندگان کو وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کو تیار کر کے حجرۂ رسولؐ کے سامنے رکھ کر عرض کرنا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یہ ابوبکر آپ کا جان نثار درِ دولت پر حاضر ہے پھر وہاں سے جو ارشاد ہو اُس پر عمل کرنا۔ آخر کار جنابِ صدیق اکبرؓ اس جہانِ فانی سے انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○ اور پھر بموجب وصیت آپ کا جنازہ روضۂ اطہر کے سامنے رکھا گیا۔ اور اُسی طرح اجازت طلب کی گئی۔ چنانچہ روضۂ اطہر کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور ساتھ ہی اُس کے یہ آواز آئی :-

خُذُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ۔ یعنی

منتظر ہے دوست اپنے دوست کا | اُس کو تم جلدی ملا دو اتقیا
دوست اپنے دوست کا مشتاق ہے | اُس کی فرقت اور دوری شاق ہے

دوست سے دوست کو جلدی سے ملا دو لوگو  
عاشقِ زار کو محبوب دکھا دو لوگو  
اب نہ طاقت ہے جدائی کی نہ فرقت کی سہار  
بیچ سے پردۂ فرقت کو اُٹھا دو لوگو  
دوست بھی دوست سے ملنے کا ہے مشتاق بہت  
شوق سے تم کو اجازت ہے ملا دو لوگو

جب یہ صدا کانوں میں آئی اور صرف اجازت ہی نہیں ملی بلکہ دروازہ بھی چوپٹ کھُل گیا تو حضرتِ عمرِ فاروق۔ حضرت عثمانِ غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہی نہیں بلکہ تمام صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ اطہارؓ نے جو وہاں موجود تھے۔ جوش میں آکر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے نعرے لگائے اور ایک عجیب شادی مرگ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

## نظم

دیکھ کر یہ حال اصحابِ کبار  
کہتے تھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ بار بار  
مچ گیا کہرام یاں سے واں تلک  
ساتھ جن کے رو دیئے جن و ملک  
آہ یہ جذبِ محبت اے فنا  
سینۂ انسان جس سے شق ہوا  
واقعی اس کی صداقت ہو گئی!  
کُلُّ شَیْءٍ یَّرْجِعُ اِلٰی اَصْلِهٖ

زادِ تقویٰ زادِ اخریٰ کا مآل  
تو نے اے اسحاق یہ دیکھا کمال

اِدھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کو دفن کرتے ہیں اور دریائے اشک بہاتے ہیں اُدھر مدینے کی ایک ایک گلی اور گھر سے رونے کی آوازیں آتی ہیں۔ اور یہ وہ آوازیں ہیں جن کو سُن کر کون ہو گا جس کا دل نہ بھر آئے اور بے ساختہ یہ نہ کہہ بیٹھے کہ زادِ آخرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید

کا قرار اور عبادتِ الٰہی ہی نہیں۔ بلکہ عشقِ رسول۔ تقویٰ و طہارت اور چھپے ہوئے نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔

## نظم

محشر ہے مدینے میں قیامت کا سماں ہے
گویا کہ مدینہ نہیں۔ اک غم کا جہاں ہے

روتی ہیں کہیں عورتیں منہ ڈھانک کے اپنا
معصوموں کے رونے سے کہیں دل ہے دوپارا

دل چاک ہے ہے ہائے ضعیفوں کی صدا سے
فریاد وہ یوں کرتے ہیں بس اپنے خدا سے

راتوں کے اندھیرے میں بس اب کون پھریگا
چھپ چھپ کے ہمیں نعمتیں اللہ کی دیگا

کیا رات سے فاقہ ہے۔ غریبوں کے گھروں میں
صدیقؓ کے صدیقؓ کا سودا ہے سروں میں

خالی ہیں سبھی پینے کے اور کھانے کے باسن
جیبیں ہیں کہیں صاف کہیں خالی ہیں دامن

ٹوٹی ہے کمر آج یتیم و غربا کی
ڈوبی ہے بھری ناؤ یہ مخلوقِ خدا کی

ماؤں سے یتیم اپنی۔ یہ کہتے ہیں بلک کر
کیا آج سدھارے۔ وہ جو تھے باپ سے بڑھکر

چھپ چھپ کے بس اب کون کھجوریں ہمیں دیگا
ٹوٹے ہوئے رشتے سے جو دل ہاتھ میں لیگا

بیواؤں کی فریاد و فغاں کا ہے یہ عالم
گھر گھر میں یہ رونا ہے یہ گھر گھر میں ہے ماتم

بیوائیں مدینے کی تکیں کس کا سہارا
صدیقؓ کی رخصت سے ہوئیں آج وہ بیوا

محتاج و مساکین کے گھر میں ہے قیامت
کس منہ سے بیاں ہو سکے بس اُن کی حقیقت

اللہ سے فریاد ہے اُن کی۔ کہ خدایا
کیا تو نے غریبوں کے محافظ کو اٹھایا

اب کون ہمیں آکے سنبھالے گا شبوں کو
اور آن کے پوچھے گا ہم افلاس زدوں کو

اسحاق یہ اخلاص کا صدقہ ہے سمجھ لو
عبرت کیلئے حضرتِ صدیقؓ کو دیکھو!

اِنہی دنوں صحابہ کرام کا ایک لشکر ملک شام کی فتح کے لیے دمشق کے گرد پڑا ہوا تھا جس کے فتح ہونے میں کسی قدر دقتیں پیش آرہی تھیں۔ جس سے لشکرِ صحابہ کو کسی قدر فکر بھی اِس لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ تھے جنہوں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ابو عبیدہؓ! مسلمانوں سے کہہ دو۔ کہ کل صبح انشاء اللہ شہر دمشق فتح ہو جائے گا۔ یہ فرماتے ہی حضور صلعم نے بہت جلدی واپسی کا عزم کیا۔ ابو عبیدہؓ نے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ حضور میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ حضور کو اس قدر جلدی کیا ہے۔ ذرا دیر تو آرام فرمائیں فرمایا اے ابو عبیدہؓ! آج ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا ہے جن کا جنازہ تیار چھوڑ کر میں یہاں آیا ہوں۔ مجھے جلدی پہنچنا ہے یہ فرما کر حضورؐ تشریف لے گئے۔ اور صدیق اکبرؓ کے جنازہ پر موجود ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ اُن کو اپنے پہلو میں دفن کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

## نظم

عشق سچا ہو تو پھر ہو یوں وصال | باکمالوں سے ملیں یوں باکمال
ہم کو سچّا ہو اگر عشقِ رسولؐ | پھر کبھی ہم رہ نہیں سکتے ملول

عشقِ احمد ہے وہی عشقِ احد
جانتا ہے جس کو اَللّٰہُ الصَّمَد

## نبی اکرم صلعم کا فرمان

ایک شخص نے جنابِ رسولِ اکرم صلعم سے دریافت کیا کہ حضور! مجھے کچھ وصیّت فرمائیں۔

حضورِ اکرم نے ارشاد فرمایا: "کسی پر لعنت نہ کیا کر"؛ نیز فرمایا مومن پر لعنت کرنا اُس کے قتل کے برابر ہے۔ ؎

## نظم

واقعی لعنت ملامت ہے بڑی
حلقِ انساں پر چلاتی ہے چھُری

یہ تبرّا اور لعنت ہے مذہب کے خلاف
خود ہی ملعوں اِس سے ہو جاتا ہے صاف

منہ پہ مسلم کے نہ یہ آئے کبھی
ہے اِسی میں خیریت اور بہتری

بعض لوگ اپنے مخالف کے لیے
آلۂ حربی سمجھتے ہیں اِسے

ہے یہ شیطاں کے فریبوں میں فریب
کاش ہم بھی جان لیں بس اس کو عیب

# حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ

### عمر فاروقؓ کا حسب ونسب

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا نام عمر ہے آپ بیٹے ہیں خطاب ابنِ نُفَیل ابن عبد العُزّٰی کے۔ اور آٹھویں پُشت میں آپ کا سلسلۂ نسب حضورِ نبی اکرم صلعم سے جا ملتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی کنیت ابو حَفص ہے اور لقب فاروق۔ یہ بھی قریش ہیں۔ اِن کی والدہ ابوجہل کی ہمشیرہ ہیں گویا اس طرح عمرؓ حقیقی بھانجے ابوجہل کے ہیں۔ اور ماں باپ دونوں کی طرف سے شریف النسب ہیں۔ عمرؓ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ اُس وقت اُن کی عمر ستائیس برس کی تھی۔ آپ کے اسلام لانے سے پہلے نبوت کے چھ برسوں میں صرف چالیس مرد

اور گیارہ عورتیں ایمان لائی تھیں۔ آپ سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن اور عشرہ مبشرہ اور خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ اور خسر ہیں حضور نبی اکرم صلعم کے۔

اسلام میں آنے کے بعد آپ کی اسلامی خدمات انتہائی قابلِ قدر ہیں اسی کے ساتھ آپ کا علم و اخلاق۔ زہد و تقویٰ نہایت ہی بلند کردار کو واضح کرتا ہے مسلمانوں کے ساتھ تواضع و نرمی اور اہلِ کفر کے ساتھ شدت کا سلوک رہا۔ اور آپ نے اِس آیت کریمہ پر عمل کیا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (پ ۲۶، الفتح، ع ۴، آیۃ ۳) یعنی محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ کہ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔ عدل و انصاف میں انہیں پورا کمال حاصل ہوا۔

## عمرؓ کا اسلام لانا

مکہ معظمہ میں امام الانبیا رسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت پہنچانی شروع کی تو آپ نے کفارِ قریش کے بڑے بڑے جمگھٹوں میں پہنچ کر بلند آواز سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہنا شروع کیا۔ تو اہلِ مکہ غصہ میں بھڑک اُٹھے اور حضورِ صلعم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں۔ کبھی پتھر مارتے تھے۔ تو کبھی راستے میں کانٹے بچھاتے تھے۔ تو کبھی آپ پر کوڑا پھینکتے تھے۔ غرض ہر ہر طرح کی ایذائیں دینا اُن کا شعار ہو گیا تھا حضور صلعم کے پاس مسلمانوں کی کوئی بڑی جمعیت تو تھی نہیں کہ کفار سے کھلا مقابلہ کیا جاتا اور وہ رسول جس نے طاقت حاصل کر لینے کے بعد بھی اُن سے بدلہ نہ لیا اور ہمیشہ اُن کی خطاؤں کو معاف ہی کرتے رہے۔ ایسے رسول سے یہ کب

ممکن تھا کہ کفارِ قریش کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے۔ بلکہ وہ رَحۡمَةٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ تو اُن کے لیے اللہ رب العزت سے یہی دعا فرماتے رہے۔ کہ اے اللہ ان کو ہدایت دے یہ مجھ کو جانتے نہیں ہیں ورنہ مجھے یہ ایسی ایذائیں نہ پہنچاتے۔

اُن کفار کا غصّہ اور بھی بڑھ گیا۔ جب کہ یہ آیت نازل ہوئی:۔ اِنَّکُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ (پ۱۷، الانبیاء، ع۷۔ آیۃ ۹۸) یعنی تم (مشرکین) اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو سب دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔ اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد کفّار کا غصّہ اور بھی بڑھ گیا۔ اور وہ حضور صلعم کے قتل کا مشورہ کرنے لگے اور جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کی تکلیفوں میں بھی اضافہ ہو گیا۔

چنانچہ ایک روز حضورِ نبی اکرم صلعم زید ابنِ ارقم کے مکان پر تشریف فرما تھے اور دیگر مقتدر اصحابؓ بھی تشریف فرماتے تھے جن میں جنابِ ابوبکر صدیقؓ اور حضرتِ حمزہؓ بھی شامل ہیں اُس وقت تک مسلمان اتنے کمزور تھے کہ چھُپ کر عبادتِ الٰہی کیا کرتے تھے اور کھُلے طور پر اذان و نماز نہیں ہو سکتی تھی حضورِ اکرم صلعم نے اس موقعہ پر اسلام کی سربلندی اور فروغ کے لیے اللہ رب العزت کی جناب میں یہ دعا فرمائی:۔ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الۡاِسۡلَامَ بِاَحَبِّ هٰذَیۡنِ الرَّجُلَیۡنِ بِعُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ اَوۡ بِاَبِیۡ جَهۡلِ بۡنِ هِشَامٍ ۔ یعنی اے اللہ ان دونوں شخصوں یعنی عمر ابن الخطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے محبوب ہو اس کو اسلام کی توفیق عطا فرما کر اسلام کو غلبہ عنایت کر۔ چنانچہ اِدھر حضور نبی اکرم صلعم کی یہ دعا قبولیت کے درجہ کو پہنچی۔ اُدھر یہ صورت پیدا ہوئی۔ کہ قریش کے

بڑے بڑے سردار حرم کعبہ میں جمع ہوئے اور ابوجہل نے اپنے سرداروں کو مخاطب کر کے کہا، کہ اے قریش کے بہادرو! کب تک ابنِ عبداللہ کی اِن زیادتیوں کو برداشت کرتے رہوگے وہ ہم کو تو کہتے ہی تھے کہ تم سب جہنم کا ایندھن ہو مگر اب تو وہ کہتے ہیں تمہارے معبود بھی سب جہنم میں تم کو اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ تو اب یہ سب باتیں برداشت سے باہر ہو چکی ہیں۔ اے سردارو! اور اے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کے پُختہ کارو! کیا تم اب بھی غور نہیں کروگے کہ ہمارے معبودوں کی یوں توہین ہو اور اس بُری طرح ہمارے مذہب کو حقیر کیا جائے۔ کیا ہم اس قدر بے غیرت ہو گئے ہیں۔ کہ اپنے مذہب کی توہین و تذلیل کانوں سے سنتے رہیں اور آنکھوں سے دیکھتے رہیں اور ہمارے کانوں پر جوں نہ چلے اور اس مدعی اسلام سے بدلہ نہ لیں کیا تم میں کوئی ایسا بہادر مردِ میدان نہیں ہے جو نعوذ باللہ، محمد ابنِ عبداللہ کو شہید کر کے اُن کا سر میرے پاس لے آئے۔ میں اعلان کرتا ہوں اور لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کوئی اُن کا سر میرے پاس لائے گا اُسے ایک سو اونٹ انعام دوں گا"

ابوجہل کی اس جوشیلی اور اشتعال دلانے والی تقریر سے سردارانِ قریش میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور سب کے چہرے غصّے سے سُرخ ہو گئے۔ مگر یہ ہمت کسی کو نہ ہو سکی کہ اس دشوار کام کا بیڑا اُٹھائے۔ البتہ سب ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے اور دل میں یہی کہہ رہے تھے کہ ؎

جی داغِ غمِ غیر سے جل جائے تو اچھا ٭ کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

کہ اتنے میں عمر ابنِ خطاب غصّے میں بھڑک اُٹھے۔ تلوار سونت لی اور کہا

کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے اپنے معبود ہُبل بُت کی قسم ہے جب تک اُن کا سر نہ اُتار لوں گا زمین پر چین سے نہ بیٹھوں گا۔ بس پھر کیا تھا قریش کے سرداروں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ ابنِ عبداللہ اب اپنا کام نہ کر سکیں گے اور اس طرح اب ہمارے بتوں کی توہین نہ ہو گی۔ کیونکہ عمر جیسا بہادر اُن کے قتل کا بیڑا اُٹھا کر نکل کھڑا ہوا ہے۔ چنانچہ ابو جہل نے عمر ابنِ خطاب سے وعدہ اور قسم لے کر رخصت کیا۔

## نظم

قتل احمد کے لیے جبکہ عمر نکلے ہیں
آسمانوں سے ہزاروں ہی تو سر نکلے ہیں

یہ قریشی یہ بہادر۔ یہ عرب کا شہ زور
کس کا یہ خون بہانے کو چلا ہے فی الفور

رنگ بگڑا نظر آتا ہے خدا خیر کرے
تیرے پیارے، ترے محبوب کی بس خیر رہے

عمر ابنِ خطاب شمشیر بکف نکلے اور زید ابنِ ارقم کے مکان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں پہنچ کر اُس کام کو پورا کریں جس کا بیڑا قریش کے چودھریوں میں حرم کی حدود میں اُٹھایا ہے۔ راستے میں ایک صحابی حضرتِ نعیمؓ ابنِ عبداللہ نے دیکھا کہ عمر نہایت غصّے کی حالت میں ننگی تلوار لیے ہوئے جا رہے ہیں۔ اور عمر کا طور کچھ بے طور ہے۔ کہیں سیدِ عالم صلعم پر تو کسی نے انہیں اشتعال نہیں دلا دیا ہے۔ عمر کا یہ حال دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ اے عمر! کیا ارادہ ہے؟ آج شمشیر بکف کس پر تُلے جاتے ہو؟ جواب دیا کہ اے نعیم! میں اُس شخص کا سر اُتارنے جاتا ہوں جس نے ہمارے معبودوں کی توہین کر کے ہماری عزّت کو خاک میں ملا رکھا ہے اور ہمارے آبائی دین

کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ نعیمؓ نے کہا۔ کہ خدا سے ڈرو اور اس خیالِ فاسد کو دل سے نکالو۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اُن کے سمجھانے کا عمرؓ پر کوئی اثر نہیں ہوا تو کہا: اے عمر! پہلے اپنی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعیدؓ کی تو خبر لو۔ کہ وہ دونوں نبی عربیؐ پر ایمان لا چکے ہیں۔ اور آسمانی خدا کی عبادت میں مصروف ہیں۔

باہر تو جنگ کرتے ہو گھر کی خبر نہیں ٭ تم جیسا عقل مند بھی کوئی بشر نہیں

اے عمر! ابنِ عبداللہ پر تو بعد میں حملہ کرنا پہلے اپنے گھر کی خبر لو اور اُن دونوں کو جا کر سمجھاؤ۔ چنانچہ نعیمؓ سے یہ سُن کر اُن کا غصہ اور بھڑکا اور دل میں ٹھان لی کہ پہلے اِن دونوں کا ہی خاتمہ کرنا چاہیئے اور بہن کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اُس وقت ان کی بہن اور بہنوئی مکان کی کُنڈی لگائے ہوئے ایک صحابی حضرتِ خبابؓ سے سورہ طٰہٰ کی چند آیتوں کا سبق لے رہے تھے۔

عمر دروازہ پر پہنچے اور کان لگا کر سُنا کہ واقعی یہ دونوں اُسی نئے کلام کی تلاوت کر رہے ہیں۔ جسے یہ مسلمان آسمانی خدا کا کلام بتاتے ہیں۔ اس پر ان کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اور زور سے کواڑوں کو دھکا دیا۔ اور کہا کہ جلدی دروازہ کھولو۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔ اُن کی بہن فاطمہ نے آواز پہچانی اور کہا غضب ہو گیا کہ ہمارے اسلام لانے کی عمر کو خبر ہو گئی۔ اب ہمیں وہ ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرتِ خبابؓ کو تو انہوں نے چھپا دیا۔ اور خود بہن دروازہ کھولنے گئیں۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ بھائی کے تیور آج بدلے ہوئے نظر آتے ہیں غصے سے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ بھائی کو غضبناک دیکھ کر بہن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ عمر نے دریافت کیا۔ سچ بتاؤ۔ کہ تم دونوں اس وقت

کیا پڑھ رہے تھے سعیدؓ اور فاطمہؓ دونوں لرز گئے اور دہشت کے سبب کچھ جواب نہ دے سکے۔ پھر کہا کہ جلد بتاؤ کیا پڑھ رہے تھے۔ جلدی جواب دو۔ یہ دونوں پھر بھی خاموش رہے جس پر عمر نے اپنی بہن فاطمہؓ کو اور بہنوئی سعیدؓ کو مارنا شروع کیا اور کہا کہ جلدی بتاؤ کیا تم نے محمدؐ کا دین اختیار کر لیا ہے؟ بہن کے سر اور منہ سے خون جاری ہو گیا۔ فاطمہؓ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور کہا کہ اے عمر! خدا کے لیے اپنا ہاتھ روکو اور میری بات سنو! اے بھائی میں سچائی کا اظہار کر کے تم کو یقین دلاتی ہوں کہ میرا دین و ایمان یہ ہے کہ اللہ ایک ہے۔ نہ کسی نے اُسے جنا ہے اور نہ اس کے کوئی اولاد ہے۔ اور نہ کوئی اس کا شریک ہے وہ ایک اکیلا وحدہٗ لاشریک ہے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس خدائے واحد کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہماری ہدایت کے لیے بھیجا ہے تاکہ وہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا کر گمراہی سے بچائیں اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائیں۔ بہنوئی سعیدؓ نے بھی یہی بات کہی۔ کہ اے عمر ہم دونوں میاں بیوی بتوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کے پوجنے والے ہو گئے ہیں۔ اور ہم نے تم کو اصل بات بتا دی۔ اب جو تمہارا جی چاہے سو کرو۔ بہن اور بہنوئی کی یہ باتیں سُن کر ان کے دل پر کسی قدر اثر ہوا۔ کچھ غصہ کم ہوا تو کہا۔ اچھا دکھاؤ وہ کیا تھا جسے تم دونوں پڑھ رہے تھے۔

فاطمہ نے کہا:۔ کہ وہ تو خدائے واحد کا پاکیزہ کلام ہے۔ اور تم بتوں کی پرستش کے سبب ناپاک ہو۔ تاوقتیکہ تم پاک نہ ہو۔ اُس کلامِ پاک کو ہاتھ نہیں لگا سکتے اس پر عمرؓ بولے۔ کیا کوئی ترکیب ایسی ہے کہ میں اُس کلامِ پاک کو اپنے ہاتھ

میں لے سکوں؟

فاطمہؓ نے آپ کو وضو کرایا۔ اور کہا کہ بھائی اب تم اس کلام کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہو۔ اِس کو پڑھو اور اِس کی کشش پر غور کرو۔ وہ صحیفہ آپ کے ہاتھ میں دیا اور آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ پہلی نگاہ جو اُن آیتوں پر پڑی تو عمرؓ سُن ہو گئے اُس کی بلاغتِ کلام اس کے معانی و مطالب میں غرق ہونے لگے۔ وہ آیتیں یہ تھیں:

طٰهٰ ﴿١﴾ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿٢﴾ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشٰى ﴿٣﴾
تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلَى ﴿٤﴾ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ
اسْتَوٰى ﴿٥﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾
وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ
الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿٨﴾ وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ مُوسٰى ﴿٩﴾ إِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ
لِأَهْلِهِ امْكُثُوٓا إِنِّيٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيٓ اٰتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى
النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ أَتٰىهَا نُودِيَ يٰمُوسٰى ﴿١١﴾ إِنِّيٓ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ
نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ
لِمَا يُوحٰى ﴿١٣﴾ إِنَّنِيٓ أَنَا اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ
الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيٓ ﴿١٤﴾ إِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزٰى
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾ (پ۱۶۔ طٰہٰ۔ ع۱۔ ۱ تا ۱۵)

طٰہٰ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اُتارا کہ آپ تکلیف اُٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لیے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ اُس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں

کو پیدا کیا ہے وہ رحمٰن ہے۔ اور عرش معلیٰ پر جلوہ آرا ہے۔ اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں۔ اور جو تحت الثریٰ میں ہیں۔ اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اُس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کے اچھے اچھے نام ہیں اور کیا (اے نبی صلعم) آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ انہوں نے ایک آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا۔ کہ تم ٹھہرے رہو۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ شاید اُس میں سے تمہارے پاس کچھ آگ لے آؤں یا وہاں آگ کے پاس راستے کا پتہ مجھ کو مل جائے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں۔ پس تم اپنی جوتیاں اُتار دو۔ کیونکہ تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو۔ اور میں نے تم کو نبی منتخب فرمایا۔ سو جو کچھ وحی کی جا رہی ہے۔ اُس کو سُنو (وہ یہ ہے) کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اے موسیٰ، میری ہی عبادت کرو اور نماز پڑھا کرو میری یادگاری کے لیے۔ اس میں شک نہیں کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور میں اس کو تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اُس دن ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ مل جائے۔

اِن آیتوں کا پڑھنا تھا کہ عمر ابنِ خطاب کے جسم میں ایک لرزہ پیدا ہو گیا کانپ اُٹھے اور زار زار رونا شروع کر دیا۔ اس قدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور کہا کہ بے شک یہ کلام خدائے واحد کا ہے۔ انسان کے کانوں نے آج

تک ایسا کلام نہیں سُنا درحقیقت یہ کلام آسمانوں اور زمین کے رب کا ہے اے فاطمہ رض! مجھے جلد حضور صلعم کی خدمت میں لے چلو۔ کیونکہ اب مجھے مفارقت گوارا نہیں۔

مثنوی

آنکہ طٰہٰ طہارتش دادہ
وانکہ یٰسین امارتش دادہ

جب یہ صورت ہوئی اور یہ الفاظ حضرت عمر رض کے حضرتِ خبّاب رض نے سُنے جو اِن کے ڈر سے چھپ گئے تھے تو وہ باہر نکل آئے اور کہا کہ اے سعید رض اور اے فاطمہ رض! مبارک ہو تمہارے بھائی کے حق میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو گئی اور ابوجہل محروم رہ گیا۔ آج اور ابھی کی بات ہے کہ رسالت مآب صلعم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! ابوجہل یا عمر رض کو مسلمان کر دے۔ سو الحمدُ للہ وہ دُعا تمہارے بھائی کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

سعید رض نے عمر رض کا ہاتھ پکڑا اور سرورِ کائنات نبی اکرم صلعم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے کر چلے۔ اس وقت حضورِ صلعم زید ابن ارقم رض کے مکان میں رونق افروز تھے جب یہ دونوں دروازے پر پہنچے تو دروازہ کھولنے کے لیے عمر رض نے آواز دی، وہاں دروازہ پر حضرتِ حمزہ رض کھڑے تھے۔ جو حضرتِ عمر رض کی آواز کو پہچان گئے۔ صحابہ رض میں کچھ خوف پیدا ہوا۔ کہ خدا خیر کرے عمر آ پہنچا۔ حضرتِ حمزہ رض جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ عمر کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ بھلائی کرنی چاہتا ہے تو اُسے اسلام کی توفیق عطا کرے گا اور اگر کوئی اور بات ہے تو آج عمر رض ہمارے ہاتھوں قتل ہو گا، حضرت عمر نے پھر باہر سے آواز دی کہ اے محمد رسول اللہ

آپ میرے لیے دروازہ کھولیں۔ میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے اور آپ پر اپنی جان قربان کرنے آیا ہوں۔ دروازہ کھولا گیا اور حضور صلعم باہر تشریف لائے آنکھیں چار ہوتے ہی حضور صلعم نے حضرت عمرؓ کو گلے سے لگا لیا۔ اور اس زور سے بھینچا کہ عمرؓ جیسے شہ زور بھی پسینے پسینے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اے عمرؓ کب تک ہم سے الگ رہو گے اور کب تک بتوں کو پوجتے رہو گے۔ اور کب اللہ واحد پر ایمان لاؤ گے، حضرتِ عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور تھر تھر کانپ رہے تھے۔ فوراً باآواز بلند کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ــــ صحابۂ کرامؓ جتنے وہاں موجود تھے عمرؓ کا کلمہ سن کر افراطِ خوشی میں بے خود ہو گئے اور سب نے بے ساختہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہایت بلند آواز سے کہا کہ سارا محلہ گونج اُٹھا۔ ایک عجیب کیفیت کا عالم تھا۔ حضورِ صلعم اور عمرِ فاروقؓ آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ صحابہ کرام کھڑے ہیں اور حضرت جبریل امین علیہ السلام بھی موجود ہیں اور ہزارہا فرشتے زمین سے آسمان تک تہ بہ تہ کھڑے ہیں جو عمرؓ کے مسلمان ہونے پر حضورِ صلعم کو مبارکباد دینے آئے اور بتایا کہ يَا مُحَمَّدُ قَدِ اسْتَبْشَرَ اَهْلُ السَّمَآءِ الْيَوْمَ بِاِسْلَامِ عُمَرَ یعنی اے محمدؐ! آج عمرؓ کے اسلام لانے کی وجہ سے تمام اہلِ آسمان خوش اور شادماں ہیں۔

## نظم

مُبارک ہو عمر فاروقؓ آئے
مبارک اے نبیؐ اسلام اِن کا
مُبارک ہو عمرؓ اسلام لائے
رکھو فاروقِ اعظمؓ نام اِن کا

نبیؐ اب دیکھنا اِن کی شجاعت | کہ ہے تلوار ان کی اک قیامت
فقط اسلام آج ان کا نہیں ہے | مسلمان بلکہ اُب ساری زمیں ہے
عرب سے تا عجم لرزا پڑے گا | خدا کا شیر بن کر یہ لڑے گا
چڑھائے گا جب اپنی آستیں کو | ہلا ڈالے گا یہ روئے زمیں کو

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ مشرکین تو لات وعزیٰ بتوں کی عبادت اعلانیہ کرتے رہیں اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے والے چھپ کر عبادت کریں۔ جھوٹے معبودوں کی عبادت تو ظاہر میں کی جائے اور زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے کی عبادت مخفی طور پر کی جائے چنانچہ حضورِ اکرم صلعم کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور کے داہنی طرف حضرت صدیقِ اکبرؓ ہیں بائیں طرف حضرتِ حمزہؓ ہیں۔ پیچھے حضرتِ علیؓ ہیں اور آگے آگے حضرت عمرؓ چل رہے ہیں۔ پھر حرم شریف میں داخل ہوئے۔ جہاں سردارانِ قریش مع ابوجہل کے اس انتظار میں تھے کہ اب عمر سر لائے گا اور یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ مگر ان کی آنکھوں نے کچھ اور ہی دیکھا۔ تو دریافت کیا کہ عمرؓ یہ کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے ہلے گا تو میں اُسے قتل کر دوں گا۔ مگر انہوں نے حضرت عمرؓ پر حملہ کیا اور حضرت عمرؓ نے انتہائی بے جگری کے ساتھ نہ صرف اُن کا مقابلہ ہی کیا بلکہ اُن کو حرم کی حدود سے باہر نکال دیا۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ کعبہ کے اندر دو رکعت نماز ادا کی۔

اس طرح حضرت عمرؓ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ لیسار بن گئے یہ فقط اُس سچی توبہ اور حضور کی اُس سچی جاں نثاری کا نتیجہ ہے۔ ورنہ

## نظم

خدا اور بندے میں رشتہ نہیں ہے
کسی حیثیت سے علاقہ نہیں ہے
اگر ہے علاقہ تو بس ہے یہی
اگر ہے بھی رشتہ تو بس ہے یہی
کہ بس آدمی اُس کا بندہ بنے
اُسی کے ہی دروازے پر آ گرے
عمرؓ کی وہ توبہ۔ وہ خوفِ خدا
اِسی سے ہی اعزاز اُن کو ملا!
ہمیں آج توبہ سے نفرت ہوئی
جبھی تو ہماری بُری گت ہوئی
نہ خوفِ خدا۔ اور نہ توبہ نصیب
ہماری بھی حالت ہوئی ہے عجیب

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان نماز دوگانہ سے فارغ ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (پ۱۰ انفال ع) یعنی اے نبی آپ کے لیے کافی ہے اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں میں سے وہ جو آپ کے تابع فرمان ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کی خوشی اور کفارِ مکہ کے غم کا یہ عالم تھا کہ گویا مسلمانوں کے یہاں عید ہے اور اہلِ کفر کے یہاں ماتم۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور کفار کی شکست اور حضرت صُہیبؓ سے روایت ہے کہ عمرؓ کے اسلام لانے سے اسلام کا ظہور ہو گیا۔ اسلام کی دولت آشکارا ہونے لگی اور مسلمان کعبہ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے۔ اور علی الاعلان کعبہ کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح نبی اکرم صلعم کی دعا اللہ رب العزت نے

قبول فرمائی اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے اسلام لانے سے اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر طاقت وقوت حاصل ہوئی کہ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ رب العزت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درجوں کو بلند فرمائے۔ آمین۔

## حضرت عمرؓ کی رائے اور تائیدِ الٰہی

حضرت عبد اللہ ابنِ عمر رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب عمر فاروق رضؓ کسی معاملہ میں یہ کہتے تھے۔ کہ "میرا اس بارے میں یہ خیال ہے" تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا۔ جو اُن کا گمان ہوتا تھا۔ اِس سے زیادہ اصابت رائے کی کیا دلیل ہوگی کہ ان کی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں اور آج تک قائم ہیں۔ نماز کے اعلان کے لیے جب ایک معین طریقہ کی تجویز پیش ہوئی۔ لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔ کسی نے ناقوس کا نام لیا تو کسی نے گھڑیال تجویز کیا۔ مگر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی کیوں نہ مقرر کیا جائے جو نماز کی منادی کیا کرے۔ یہی تجویز حضور نبی اکرم صلعم کو پسند آئی اور اسی کی اجازت مل گئی۔ حضور صلعم نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ اذان کہیں اور اذان کی ترتیب بیان فرمادی۔ چنانچہ آذان کا طریقہ قائم ہوگیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ مؤثر اور موزوں طریقہ کوئی ہو بھی نہیں سکتا تھا۔

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عمر فاروق رضؓ کے لیے ارشاد فرمایا کہ اَلْحَقُّ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ یعنی عمر رضؓ کی زبان حق بات بولتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ کے خلوص کو ربُّ العزت کی درگاہ میں وہ درجہ اور وقعت حاصل تھی کہ ان کی رائے اور ان کی تجویز کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم پر کئی آیات قرآن مجید میں نازل ہوئیں۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں:۔

۱۔ ترکِ مقامِ ابراہیمؑ کو مصلّے بنایا گیا) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی۔ کہ خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت تحیۃ الطواف مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھنی چاہئیں۔ نہ کہ تمام حرم میں اور نہ تمام عرفات میں اور اس بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی۔ کہ اے اللہ کے رسول اگر ہم مقامِ ابراہیم کو مصلّے بنائیں تو اچھا ہے۔ چنانچہ آپ اسی کے لیے دعا بھی کیا کرتے تھے کہ ایک روز حضرت جبریل علیہ السّلام یہ آیت لے کر آئے وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی (پ۱۔ البقرہ، ع ۱۵۔ آیۃ ۴) یعنی جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لیے جائے عبادت اور جائے امن بنایا (تو حکم دیا) کہ مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو۔

۲۔ ترکِ اسیرانِ بدر: اسیرانِ جنگِ بدر کے معاملہ میں جب اختلافِ رائے ہوا تو حضرت عمرؓ نے جو رائے دی اس کی تائید میں وحی نازل ہوئی۔ فتوح الشام میں واقدی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب جنگِ بدر ہوئی اور کفّار قیدی ہو کر آئے۔ تو مسلمانوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا۔ حضرت جبریل امین تشریف لائے اور مشورہ دیا حضور صلعم کو کہ آپ کو اختیار ہے چاہے قتل کریں ان قیدیوں کو چاہے فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ جتنے قیدی فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں گے۔

اتنے ہی مسلمان آئندہ سال شہید ہوں گے۔ چنانچہ بعض مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس سال فدیہ لے لیں اور آئندہ سال ان کفار کے ہاتھوں شہید ہو کر جنت کے حقدار ہو جائیں۔ مگر حضورِ صلعم کو برابر تردد تھا اور آپ نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا اسی دوران میں کفار نے حضرتِ صدیق اکبرؓ کو بلایا اور ان سے درخواست کی ہمارے درمیان میں مسلمانوں کے بھائی۔ چچا۔ بھتیجے وغیرہ سب ہیں۔ آپ حضور سے ہماری سفارش کریں کہ وہ ہمیں چھوڑ دیں اور فدیہ لے لیں۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت سے صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ درخواست پیش کی۔ حضور صلعم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے اور حضور صلعم کو مشورہ دیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو آئندہ سخت نقصان پہنچائیں گے۔ ان کو ٹھکانے لگا دینا ہی مناسب ہے۔ جب حضرت عمرؓ چلے گئے تو پھر حضرت صدیقؓ تشریف لائے اور وہی پہلی سفارش کی ان کے جانے کے بعد پھر حضرتِ عمرؓ آئے اور وہی پہلی بات کہی۔ نبی اکرم صلعم نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ بھر آخر کار حضرت جبریل علیہ السلام کے مشورہ کے مطابق حضور نے تمام مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ چاہے وہ فدیہ لے کر چھوڑ دیں جس کو چاہیں اور چاہے قتل کریں چنانچہ اس پر عمل کیا گیا کچھ قیدی قتل ہوئے۔ کچھ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ اس کے ایک سال بعد جنگِ اُحد ہوئی۔ اور انہیں کفارِ مکہ کے ہاتھوں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ تو آیت نازل ہوئی :—

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

(پ۱۰، الانفال۔ رکوع ۹۔ آیت ۳) ۔ یعنی یہ کہ نبیؐ کی شان کے لائق نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں۔ جب تک وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلیں (اے مسلمانوں!) تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی بہتری) چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔

اس طرح یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید میں نازل ہوئی۔

۳۔ ترک پردہ کا حکم: حضورِ اکرم صلعم کی ازواجِ مطہرات میں پہلے پردے کا رواج کم تھا۔ حضرت عمرؓ کو بارہا اس بات کا خیال ہوا۔ اور اس خیال کو انہوں نے سرورِ کائنات کے حضور میں بھی پیش کیا۔ لیکن حضور صلعم وحی کا انتظار فرماتے رہے۔ چنانچہ یہ آیتِ حجاب نازل ہوئی:- وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی (پ۲۲۔ الاحزاب۔ رکوع ۴۔ آیۃ ۲)

یعنے تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو۔

ایک موقع پر حضرتِ عمرؓ نے محسوس کیا کہ جو لوگ حضورؐ کے درِ دولت پر مختلف ضرورتوں سے آتے ہیں ان میں سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور بعض موقعوں پر بات چیت بھی کرنی پڑتی ہے۔ حضرتِ عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اگر عورتیں پس پردہ رہ کر بات کریں تو بہت مناسب ہو۔ حضور نے بھی اس کو پسند فرمایا مگر وحی الٰہی کا انتظار رہا۔ چنانچہ چند روز بعد آیت نازل ہوئی:- وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (پ۲۲۔ الاحزاب۔ ع ۷۔ آیت ۱)

یعنے (غیر مردوں کے لیے آیا کہ) جب تم اُن (عورتوں) سے کوئی چیز مانگو تو پردے سے باہر رہ کر مانگا کرو"

۴۔ ترک نہ آنے کی اجازت لینے کا حکم: اسی طرح حضرتِ عمرؓ یہ بات پسند نہ کرتے تھے کہ کسی کے گھر میں کوئی دوسرا بغیر اجازت اندر آئے۔ چنانچہ ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ اپنے مکان میں سو رہے تھے۔ کہ ایک آدمی آپ تک پہنچ گیا آپ کو یہ بات بہت ناپسند ہوئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ:۔ اَللّٰھُمَّ حَرِّمِ الدُّخُوْلَ یَا اَللّٰہُ۔ یعنے اے اللہ گھروں میں داخل ہونا غیر مردوں کو حرام کر دے۔ چند دن نہ گذرے تھے کہ حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا ؕ (پ۱۸۔ النور۔ ع۴۔ آیۃ ۱) یعنے اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (رہنے والوں سے) اجازت حاصل نہ کر لو۔ اور اُن میں رہنے والوں کو سلام نہ کر لو"

۵۔ ترک عائشہ صدیقہ کی بریّت: جب اُمّ المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کچھ دشمنوں نے ایک بہتان باندھا۔ اور اُس کو آپس میں کافی شہرت دی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک وہ بات پہنچی تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اور اس بارے میں حضورؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ تو حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں یہ ارشاد فرمائیے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح آنحضورؐ کے ساتھ کس کے حکم سے ہوا۔ تو فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے عرض کیا تو پھر کیا جناب کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عیب دار بیوی کو آپ کے نکاح میں دیا ہے اور اُس کے عیب آپ سے مخفی رکھے ہیں کیا یہ ممکن ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اس بات سے کہ عیب دار بیوی آپ کو دے۔ چنانچہ قرآن میں نازل ہوا۔ سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝ (پ ۱۸ النور، ع ۲۔ آیۃ ۶) یعنی (اے اللہ) تیری ذات پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ اس تہمت طرازی اور بہتان بندی کے واقعہ کو قصہ اِفک کہتے ہیں۔

**قصہ اِفک** : یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ جو حضرتِ عائشہ صدیقہ رضؓ پر لگایا گیا۔ جو بہت اختصار کے ساتھ درجِ ذیل ہے:۔

تفسیرِ روح البیان میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تھے تو قرعہ ڈالتے تھے۔ اور ازواجِ مطہرات میں سے جس کا نام نکلتا تھا اس کو سفر میں ساتھ لیتے تھے۔ چنانچہ جب ارادہ ہوا غزوہ مصطلق کا جس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں تو حضرت عائشہ رضؓ کا نام قرعہ میں آیا۔ یہ ہجرت کا پانچواں سال تھا۔ اور پردے کی آیت اس سے دو برس پہلے نازل ہو چکی تھی اور کوئی عورت کسی مرد کے سامنے نہ ہوتی تھی۔ جب اس غزوے سے فارغ ہو کر حضور صلعم مدینہ واپس تشریف لے جا رہے تھے تو ایک منزل میں اُترے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ خود فرماتی ہیں، کہ میں قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف گئی تو لشکر سے کافی دُور نکل گئی۔ جب واپس پہنچی تو معلوم ہوا کہ میں اپنے گلے کا ہار کہیں گر آئی۔ یہ گلے کا ہار ہڈی کا بنا ہوا تھا اور اس

کی قیمت بارہ درم تھی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ ٹوٹ کر گر گیا ہے میں اس کی تلاش میں پھر لوٹی اور ڈھونڈنے میں کافی دیر لگ گئی۔ ہار تو مل گیا مگر اس دوران میں حمّال نے میرا شغدف اونٹ پر کس دیا۔ اور لشکر فوراً ہی کوچ کر گیا جب میں واپس پہنچی تو لشکر کا کوئی آدمی بھی موجود نہ پایا۔ تو میں اسی جگہ اس اُمید میں بیٹھ گئی کہ لشکر سے اب کوئی میری تلاش میں آئے گا۔ مجھے نیند کا غلبہ ہوا اور میں چادر اوڑھے ہوئے سو گئی۔ تو صفوان ابن معطلؓ وہاں آ گئے جن کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ وہ لشکر کے روانہ ہونے کے بعد لشکر کے قیام کی جگہ پہنچیں اور جو کچھ لشکر کے سامان کا گرا پڑا رہ گیا ہو اُسے اُٹھا لائیں۔ جب حضرت صفوانؓ آئے اور انہوں نے مجھے مثل گٹھڑی کے دیکھا تو میں نے حرکت کی اور کہا کہ مجھے گٹھڑی سمجھ کر ہاتھ نہ لگانا میں عائشہؓ ہوں اور لشکر سے پیچھے رہ گئی ہوں۔ اُن کے منہ سے نکلا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ۔ اور اُونٹ لا کر میرے پاس بٹھا دیا۔ میں چادر میں لپٹی ہوئی اونٹ پر سوار ہو گئی اور میرا اونٹ اگلی منزل میں لشکر سے آملا۔ وہاں کچھ منافقوں نے اور اُن کے سردار عبداللہ ابنِ اُبیّ نے تہمت طرازی کی۔ اور کچھ اوروں کو بھی اپنا ہمخیال بنا لیا۔ جب میں مدینہ پہنچی تو بیمار ہو گئی۔ اور ایک مہینہ تک بیمار رہی۔ مگر اس وقت تک کسی بہتان بندی کا کوئی علم مجھے نہ ہو سکا تھا۔ البتہ میں نے دیکھا کہ حضور صلعم کو میری بیماری میں وہ محبت و شفقت نہیں ہے جو پہلے تھی۔ میں بیماری کی حالت میں ہی اپنے والد کے گھر آ گئی اور ایک مہینے میں صحتیاب ہوئی۔ پھر ایک روز میری پھوپھی سے اس تہمت کے بارے میں مجھے معلوم ہوا۔ تو مجھے سخت رنج و صدمہ ہوا اور میں

رات دن اس بہتان کے غم میں روتی تھی۔

اُدھر میرے آقا و مولا جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کبارؓ سے مشورہ کیا۔ تو سب ہی نے کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ اور عائشہ اس الزام سے بری ہیں۔ ایک روز میں اپنے والد کے گھر میں بیٹھی رو رہی تھی اور میرے والد بھی میرے پاس ہی بیٹھے تھے۔ کہ ایک عورت انصار کی اجازت لے کر گھر میں آئی اور وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔ کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے قریب تشریف فرما ہوئے۔ جو عرصہ ایک ماہ سے میرے قریب نہ بیٹھے تھے اور فرمایا کہ "اے عائشہ اگر تو الزام سے بری ہے تو اللہ تعالیٰ تیری صفائی کی وحی مجھ کو فرما دے گا اور اگر تجھ سے یہ گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کر کہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

حضور تو ایسا فرماتے تھے اور میں برابر روتی جاتی تھی۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ تم ہی اس بات کا جواب دو۔ مگر وہ بھی کچھ نہ کہہ سکیں۔ تو میں نے کہا کہ میں سچی ہوں اور اس الزام سے بری ہوں۔ میں صبر کرتی ہوں اور اُمید رکھتی ہوں کہ انشاء اللہ میرا اللہ مجھے اس الزام سے بری کر دے گا۔ (ب)

میں دیتی ہوں عرضی شہنشاہ کو ‏ — میں مختار کرتی ہوں اللہ کو
کرے گا مجھے فضل سے اپنے پاک ‏ — حسودوں کے ڈالے گا وہ منہ میں خاک

---

صبرے کنیم تا کرمِ او چہ می کند ‏ — با ایں دلِ شکستۂ غم او چہ می کند
صبر کر اے دل کہ دیکھیں اَب یہ غم کرتا ہے کیا ‏ — اَب مجھے کھاتا ہے غم یا کچھ دکھاتا ہے مزا

میری صفائی اللہ کے رسولؐ پر واضح ہو جائے گی یا وحی غیر قرآنی نازل ہو جائے گی میں ابھی یہ کہہ ہی رہی تھی کہ میرے رب نے مجھ پر اپنا فضل فرما دیا۔ اور اپنے نبیؐ کو میرے باپ کے گھر سے اُٹھنے بھی نہ دیا۔ کہ وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ اور اس زور شور سے وحی آئی کہ حضور کو چادر اُڑھائی گئی۔ اور تکیہ سرہانے رکھا گیا۔ اور جب آپ کو وحی سے فراغت ہوئی تو چہرۂ مبارک پر پسینے کے موتی چمک رہے تھے۔ آیات کے تلاوت فرمانے سے قبل حضورؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ مبارک ہو تجھ کو کہ اللہ رب العزت نے تجھے بری فرما دیا ہے اس کے بعد آپ نے ساری آیتیں تلاوت فرمائیں۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید کے اٹھارویں پارے قد افلح المؤمنون میں سورۂ نور میں دو رکوع یعنی دوسرا اور تیسرا رکوع اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بریّت میں نازل ہوئے، ان میں سولہ آیتیں ہیں۔ اللہ اکبر اللہ ربُّ العزت نے حضرتِ عائشہ صدیقہؓ کا کتنا بڑا مرتبہ کیا۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے برابر دعا کرتی تھی۔ کہ اے اللہ تُو ہی ہے سارے غموں اور مصیبتوں کو دفع کرنے والا۔ تو ہی ہے اندھیروں کو اجالوں سے بدلنے والا، اور تو ہی ہے عدل و انصاف کرنے والا، میرے اس غم کو غلط کر دے۔ اور میری بریّت فرما دے۔ فرماتی ہیں کہ میں جب یہ دعا کرتی تھی تو مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ میری بریّت میں قرآن نازل ہو گا۔ اور اس طرح قیامت تک یادگار رہے گا۔ بلکہ میرا خیال تو یہ تھا۔ کہ شاید خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میری صفائی واضح ہو جائے گی۔ یا وحی غیر قرآنی نازل ہو جائے گی۔ مگر میرے رب نے مجھ پر حد و بس فضل فرما دیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ

مِنْکُمْ ط لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ ط بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۔ یعنی تحقیق جن لوگوں نے یہ بہتان باندھا ہے۔ وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اور تم اس بہتان بندی کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو۔ بلکہ یہ باعتبار انجام کے تمہارے حق میں بہتر ہے وغیرہ دیہاں سے برابر دو رکوع یعنی سولہ آیتیں قرآن مجید میں یا کسی تفسیر میں مطالع کرلیں، اس جماعت سے مُراد مدینے کے وہ منافقین ہیں جن کا سردار عبداللہ ابنِ اُبی منافق تھا۔ جو ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ تھا لیکن حقیقت میں مسلمانوں کا مخالف تھا۔

۶۔ ترک منافق کی نمازِ جنازہ کی ممانعت : حضرتِ عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب عبداللہ ابنِ اُبی منافق مرا تو اُس کے لڑکے نے جو خلوص دل سے مسلمان تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں۔ تو حضورؐ اس درخواست کو قبول فرما کر کھڑے ہو گئے۔ مگر میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اور سامنے آ کر میں نے اللہ کے رسول صلعم سے عرض کیا۔ کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ، کیا آپ ابنِ اُبی کے جنازہ پر نماز پڑھیئے گا؟ یہ تو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور فلاں فلاں موقعوں پر اس نے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کی ہیں۔ اور آپ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں حضورؐ آگے بڑھتے جاتے تھے اور میں برابر ہی کہے جاتا تھا۔ حضرتِ عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں یہ عرض کر ہی رہا تھا۔ کہ آیت نازل ہوئی :۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ط اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ o (پ ۱۰ ۔ التوبۃ ۔ ع ۱۱ ۔ آیۃ ۴)

یعنے (اے نبیؐ)، اور ان میں کوئی مر جائے۔ تو اُس کی (جنازہ کی)، نماز نہ پڑھو اور

نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ (کیونکہ) انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کُفر کیا اور مر گئے۔ اور وہ فاسِق تھے۔

حضور اکرم صلعم تو رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ تھے۔ وہ سب ہی کی بھلائی چاہتے تھے آپ نے ابنِ اُبَیّ کے کفن کے لیے اپنا کُرتۂ مبارک بھی دے دیا تھا۔ جس میں اُس کو کفنایا گیا تھا اور اپنا لعابِ دہن بھی اُس کے ہونٹوں پر لگایا تھا کہ کسی طرح اس کی بخشش ہو جائے مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اُس کے حکم اور ارادہ کے آگے سب کچھ ہیچ ہے۔

**۷۔ ترکِ شراب اور جوئے وغیرہ کا حرام ہونا:** حضرت عمر فاروق رضؓ اس بات کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کرتے تھے۔ کہ شراب سے بہت نقصانات ہیں اور چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اِسے حرام کر دے تو اچھا ہو۔ اور اس کے لیے اکثر دعا کیا کرتے تھے۔ جس کو مُستَدرک نے اس طرح روایت کیا ہے:۔

اِنَّ عُمَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَيِّنۡ لَنَا فِى الۡخَمۡرِ بَيَانًا شَافِيًا ۔ یعنے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی یہ دعا تھی۔ کہ اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے صاف صاف بیان فرما دے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں:۔ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ‌ؕ قُلۡ فِيۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ ۔ (پ۲۔ البقرہ۔ ع۲۷۔ آیۃ۳)

یعنے۔ (اے نبی) آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں یہ لوگ دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور دوسری آیت نازل ہوئی:۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَ الۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۤءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (پ۷۔ المائدۃ۔ ع ۱۲۔ آیات ۹۰-۹۱)۔

یعنی اے ایمان والو! بات یہی ہے۔ کہ شراب اور بتوں کے تھان۔ اور فال دکھولنے کے پاسے یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تم میں آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے۔ اور تم کو یادِ الٰہی اور نماز سے باز رکھے۔ تو کیا (اب بھی) تم باز آؤ گے یا نہیں)

## عمرؓ کا انصاف۔ ابو شحمہؓ کو سزا

ازالۃ الخفاء میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ علیہ لکھتے ہیں کہ

ایک مرتبہ حضرت ابنِ عباسؓ کی مجلس میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل بیان ہو رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں خلیفہ دوم حضرتِ عمر ابن الخطابؓ کا نام آیا تو جناب ابنِ عباسؓ کے فوراً آنسو جاری ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں جب ہوش آیا تو کہا۔ اللہ ربُّ العزت اُس شخص پر ایسی رحمتِ کاملہ نازل فرمائے جو قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ اور قرآن کے حکم کے مطابق اللہ کی بتائی ہوئی حدوں کو قائم کرتا ہے اور اس بارے میں کسی کی ملامت کا ذرا بھی خیال نہیں کرتا۔ ابنِ عباسؓ نے فرمایا۔ لوگو! میں نے حضرت فاروقؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے فرزند ابو شحمہؓ پر حد جاری کی اور اپنے پدری جوش کو اللہ کے حکم کے آگے خاک کر دیا۔ اس پر لوگوں نے دریافت کیا کہ ہمیں فاروقِ اعظمؓ کا وہ واقعہ سنائیے کہ وہ کیسا دلسوز سانحہ ہے جس کی

یاد نے آپ کو بیہوش کر دیا۔

حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا۔ کہ میں ایک روز مسجد نبوی میں امیر المومنین عمرِ فاروقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ نیز کچھ اور حضرات بھی بیٹھے تھے۔ یکایک سامنے سے ایک نوجوان لڑکی آئی اور عمرِ فاروقؓ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ جو اُسی روز پیدا ہوا تھا۔ اُس لڑکی نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ یا امیر المومنین، آپ نے فرمایا:۔ وَعَلَيْكِ السَّلَام لڑکی نے کہا مجھے کچھ عرض کرنا ہے؛ آپ نے فرمایا۔ کہو کیا مدعا ہے؟ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ اُس لڑکی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور کہا کہ یہ میرا بچہ آپ کے فرزند سے پیدا ہوا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کونسے بیٹے سے؟ کہا کہ ابو شحمہ سے! آپ نے فرمایا حلال سے یا حرام سے۔ کہا کہ میری طرف سے حلال سے اور اُن کی طرف سے حرام سے۔ یعنی میں راضی نہ تھی۔ میرے ساتھ زبردستی کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اے عورت میں سب سے پہلے تجھے خوفِ خدا کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اُس کے بعد تجھ سے دریافت کرتا ہوں کہ بتا اصل اصل واقعہ کیا ہے۔ اور بلا دہشت و خوف کے بیان کر۔

عورت نے کہا۔ کہ اے امیر المومنین! میں ایک روز بنی نجار کے باغ میں سے گذر رہی تھی۔ کہ یکایک آپ کے فرزند ابو شحمہ نے بحالتِ نشہ مجھے آن گھیرا اور زبردستی میری عصمت خراب کی۔ میں بیہوش ہو گئی اور مجھے حمل رہ گیا جس کو میں نے اپنے چچا اور اپنے ہمسایوں سے آج یومِ ولادت تک پوشیدہ رکھا۔ آج جبکہ مجھے دردِ زہ لاحق ہوئے تو میں جنگل میں گئی اور میرے شکم سے یہ

فرزند پیدا ہوا۔ گو میرے دل نے چاہا کہ میں اسے قتل کر دوں۔ مگر خوفِ خُدا مانع ہوا۔ اور میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ اب آپ مجھے حکمِ خدا اور رسول سے مطلع کیجئے تا کہ میں اُسے بسر و چشم قبول و منظور کروں۔

امیرالمومنین عمر فاروق رضؓ نے عام مومنین کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تمام مُسلمان جمع ہوں۔ اور میرے واپس آنے تک سب انتظار کریں۔ میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نہایت تیز قدموں سے درِ دولت کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا کہاں ہے ابو شحمہ۔ جواب ملا کھانا کھا رہا ہے۔ فرمایا کہ ابو شحمہ دنیا میں یہ تیرا آخری کھانا ہے۔ کھا لے جتنا جی چاہے۔ ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ابو شحمہ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ ہاتھ تھرانے لگا۔ اور نوالہ ہاتھ سے گر گیا۔ حضرتِ عمر رضؓ نے فرمایا کہ ابو شحمہ! بتا میں کون ہوں؟

نوخیز ابو شحمہ نے کہا: کہ آپ میرے والد ماجد ہیں۔ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہیں۔

فرمایا میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ یہ کہ جب تو یہودی کے ہاں دعوت میں گیا تھا۔ تو کیا تو نے وہاں شراب پی تھی۔ اور تجھے نشہ ہو گیا تھا۔ کہا بیشک ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر میں نے توبہ کر لی ہے؛ پھر فرمایا میں تجھے خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا تو وہاں سے واپس ہوتے ہوئے بنی نجار کے باغ میں داخل ہوا تھا اور وہاں ایک عورت سے بد نظر ہو کر فعلِ حرام کا مرتکب ہوا تھا۔؟

یہ سوال سُن کر ابو شحمہ پر ایک سکتے کا عالم طاری ہو گیا اور خاموش رہے۔

امیر المومنین نے فرمایا۔ اے فرزند سچ کہہ دے۔ کیونکہ اللہ سچ بولنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ جواب ملا کہ بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد میں سخت نادم ہوا اور ربّ العزت کی جناب میں تائب ہو چکا ہوں۔ بس اتنا سُننا تھا کہ امیر المومنین سُرخ ہو گئے۔ اور ابو شحمہ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد کی طرف لے چلے فرزند نے التجا کی کہ اے والدِ بزرگوار! للّٰلہ مجھے رسوا نہ کیجئے اور اندرونِ مکان مجھے قتل کر دیجئے۔

فرمایا کہ اے فرزند میں تیری اس التجا کی طرف دیکھوں یا فرمانِ ایزدِ منّان پر عمل کروں۔ وہ فرماتا ہے:۔

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ٥ (پ۱۸۔ النور۔ ع ۱۔ آیۃ ۲)

یعنے اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد آپ نے تمام مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ لوگو! یہ عورت سچی ہے۔ جس کی صداقت کا اقرار ابو شحمہ بھی اپنی زبان سے کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت اَفلَح غلام کو آواز دی اور کہا کہ پکڑ ابو شحمہ کو اور زنا کی حد یعنی سو کوڑے اُس کے لگا! اَفلَح لرزتا کانپتا سامنے آیا اور عرض کیا کہ افلح سے یہ کام ہرگز نہ ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَّلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ج (پ۱۸۔ النور۔ آیۃ ۲)

یعنی زنا کرنے والی اور زنا کرنے والا۔ تو اُن میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور تم لوگوں کو اُن دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہیئے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ فرمایا کہ اے افلح تجھے خدا اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت سے غرض ہے یا میری اولاد کی پاسداری ہے۔ کہا اطاعت کر میرے حکم کی جو اطاعت ہے سرورِ عالم صلعم کی جو اطاعت ہے پروردگارِ عالم کی۔ یہ سُن کر افلح غلام آگے بڑھا۔ تو خیر۔ ابو شحمہ کا ہاتھ پکڑا اور کُرتا اُتارنا شروع کیا جب کرتا اُتارا تو مسلمانوں کے دل میں ایک جوشیلی اور درد انگیز رقّت پیدا ہوئی۔

## نظم

چیخ اُٹھے رو دیئے سب مومنین | آہ جب ننگا ہوا وہ نازنیں
جسم اُس کا جب کھلا جُوں برگِ گُل | شورِ واویلا تھا اور تھے گُل کے گُل

### ابو شحمہ

رحم کیجئے اے امیر المومنین | منفعل کیا میں نہیں تائب نہیں!
کیا ہوا اے باپ وہ جوشِ پدر | پیار کرتے تھے مجھے شام و سحر

### امیر المومنین

ہوگئے فاروقؓ کے آنسو رواں | بولے اے فرزند اے ننھی سی جاں
رحم فرمائے خدائے ذُوالجلال | کانپتا ہے جس سے میرا بال بال
رحم فرمائے وہ تُجھ پر اے پسر | جس سے بس ڈرتے ہیں سب جن و بشر
پاک کرتا ہوں تجھے اے لختِ دل | تاکہ عقبیٰ میں نہ ہو تو منفعل

اس کے بعد فاروقِ اعظم رضؓ نے فرمایا:۔ اے افلح جلدی کوڑے مارنے شروع کر۔ چنانچہ پیارے ابو شحمہ کے کوڑے لگنے شروع ہو گئے۔ جس سے وہ چیخ اُٹھے اور بار بار رحم کی درخواست کرنے لگے۔ جوں جوں وہ فریاد کرتے تھے۔ اتنا ہی حضرت عمرِ فاروق رضؓ افلح غُلام کو تاکید کرتے تھے۔ کہ خبردار ہاتھ نہ رُکے۔ اور خبردار ہاتھ ہلکا نہ ہو؛

جب ستر کوڑوں کی نوبت پہنچی تو ابو شحمہ نے کہا کہ اے والدِ بزرگوار لِلے میرے غمگسار میں پیاسا ہوں۔ ذرا سا پانی پلا دیجئے۔ جس کے جواب میں جناب نے فرمایا کہ اے نورِ عین اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک کر دیا۔ اب انشاء اللہ حوضِ کوثر پر تجھے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے پانی پلائیں گے۔ پھر افلح سے کہا کہ سو کوڑے پورے کر۔ چنانچہ جب اسّی کوڑے لگ چکے تو ابو شحمہ نے الفراق کے الفاظ کہنے شروع کیے:۔

## ابو شحمہ

السلام والفراق اے والدی | الفراق والسلام اے سیدی
آپ کا لختِ جگر نورِ نظر | کوچ کرتا ہے وہ دنیا سے پسر

## فاروقِ اعظم

السّلام والفراق اے نورِ عین | الوداع والفراق اے دل کے چین
ہو اگر تجھ کو زیارت شاہ کی | اور ملے خدمت رسول اللہ صؐ کی
عرض کرنا میری جانب سے سلام | بعد اُس کے پھر یہ کہنا لا کلام
میں نے چھوڑا ہے عمر رضؓ کو اس طرح | آپ صؐ کہہ آئے تھے اُس کو جس طرح

یعنی وہ قرآں پہ ہے ثابت قدم | چھوڑتا اُس کو نہیں وہ ایک دم

پھر فرمایا کہ اے افلح کوڑوں کی تعداد پوری کر۔ چنانچہ جب نوّے کوڑوں پر نوبت پہنچی تو ابو شحمہ کی آواز بند ہوگئی۔ اور صورت مرجھا گئی۔ یہ حالت دیکھ کر اصحاب رسولؐ بے چین ہو گئے۔ اور سب نے بالاتفاق کہا کہ اے امیرالمومنین حَسْبُکَ بس کیجئے اور ٹھہر جایئے۔ ذرا ہم دیکھ لیں کہ ابو شحمہ زندہ بھی ہیں یا ان کی روح پرواز کر چکی ہے۔ فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا کہ اللہ کا حکم پورا ہوگا اور سو۱۰۰ کوڑے پورے کیے جائیں گے۔ اس پر لوگوں نے آہ وزاری شروع کی اور اتنی دیر میں ابو شحمہ کی والدہ ماجدہ چادر اوڑھے ہوئے آپہنچیں اور کہا۔ کہ اے امیرالمومنین بقیہ دس کوڑے نہ ماریئے اور میرے نازک ابو شحمہ پہ رحم کیجیے۔ میں اس کے بدلے میں دس۱۰ حج پیدل کروں گی اور اسی قدر صدقہ دوں گی جس کے جواب میں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ کہ حج وصدقہ۔ حد کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ اے افلح سو کوڑے پورے کر۔ آہ جب آخری کوڑا لگا۔ تو ابو شحمہ کی جان اس قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ ان کا جسم زمین پر گرا۔

## نظم

دیکھا جب رخصت ہوا وہ نازنیں | چیخ اُٹھے خود امیرالمومنیں
دے کے پیشانی پہ بوسہ یوں کہا | تجھ کو پاکیزہ خُدا نے کر دیا
گود میں نورِ نظر کو لے لیا | اور پھر جو کچھ کہ کہنا تھا کہا

چنانچہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کے آنسو جاری ہیں۔ اور سر پہ ہاتھ پھیر کر فرما رہے ہیں۔ کہ اے فرزند! تمہارا باپ تم پر قربان ہو کہ شہید ہوئے تم تعمیلِ حکمِ الٰہی میں۔ اور سب سے پچھلے کوڑے میں تمہاری روح تن سے جُدا ہو گئی۔ اے

فرزند قربان اُس بیٹے پر کہ جس پر حکمِ خُدا اور رسولؐ کو پورا کرنے میں نہ اس کے باپ نے اُس پر رحم کھایا اور نہ اس کے قرابت داروں نے۔

حضرتِ عمرؓ کے ان فقروں سے لوگوں کے کلیجے پھٹے جاتے تھے اور ایک قیامت کا عالم بپا ہو رہا تھا۔ بہر حال اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احکامِ قرآن پر عمل کیا۔ اور اپنی اولاد پر بھی اللہ کی بنائی ہوئی حدوں کو جاری کیا۔

چالیس روز کے بعد حضرتِ حُذیفہ بن یمان حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے ساتھ ابو شحمہ سبز ریشم کا لباس پہنے ہوئے موجود ہیں۔ اور آپ مجھ سے فرماتے ہیں۔ کہ اے حُذیفہ عمرؓ سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ یہی حکم خداوندی ہے کہ پڑھے تو قرآن کو اور عمل کرے اُس پر اور قائم کرے اللہ کی حدیں۔ ابو شحمہ نے کہا۔ اے حُذیفہ میرے والد کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ خدا آپ سے راضی ہو۔ جیسا کہ آپ نے مجھے پاک کر دیا۔

## حضرت عمرؓ کا خلوص اور خدمتِ خلق

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک دن لوگوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ اس قدر محنتِ شاقہ کیوں اُٹھاتے ہیں؟ اور آپ نے اپنی جان کو بے حد مشقت میں کیوں مبتلا کر رکھا ہے کہ نہ دن چین ہے نہ رات آرام؟ حضرتِ عمرؓ نے جواب میں فرمایا۔ کہ لوگو! اگر میں آرام کروں تو تم بے آرام ہو جاؤ اور جو شخص دوسروں کی راحت اور اپنی نجات کا طالب ہو تو کیا وہ دنیا میں آرام کر سکتا ہے؟ یہی وجہ تھی کہ حضرتِ عمرؓ دن کو مظلوموں کی داد رسی اور دیگر تمام مالی اور ملکی امور انجام دیتے تھے۔ اور رات کو شہر کے گلی کوچوں میں

گشت کیا کرتے تھے۔ کہ مُبادا کسی کا دروازہ کھلا نہ رہ جائے۔ کسی کا جانور کھل کر غائب نہ ہو جائے کوئی چوکیدار سو نہ جائے۔ کہیں چوری نہ ہوتی ہو۔ یا کہیں لوگ فسق و فجور میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ کی اس تندہی سے متاثر ہو کر لوگ کہتے تھے۔ کہ آپ کے بعد کون اس طرح اور اس حد تک مخلوق کی حفاظت و نگہبانی میں جان کاہی سے کام لے گا آپ ابھی سے یہ کام دوسروں سے کیوں نہیں لیتے کہ آپ کو کسی قدر تو راحت ہو اور دوسروں کو مہارت حاصل ہو۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ بیشک میں ایسا کر سکتا ہوں۔ مگر تم لوگ میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔ کہ قیامت کا دن "یوم الحساب" ہے۔ عمرؓ کے زمانے کی باز پرس عمرؓ سے ہوگی یا دوسروں سے ہوگی؟

(۲) ایک مرتبہ جب آپ نے ملکِ شام کا سفر کیا۔ تو آپ راستے میں جگہ جگہ ٹھہرتے جاتے تھے اور لوگوں کی دادرسی کرتے جاتے تھے۔ ایک جگہ آپ راستے میں اُترے اور ایک مکان کی طرف گئے۔ وہاں ایک بڑھیا عورت نظر پڑی۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ اے ضعیفہ! تجھے کچھ عمرؓ کا حال بھی معلوم ہے؟

کہا کہ ہاں معلوم ہے اِن دنوں وہ ملکِ شام سے اپنے دارالخلافہ کی طرف جا رہے ہیں۔ لیکن خدا اُن سے سمجھے کہ آج تک اُن کے ہاں سے مجھے خورموزہ تک نہیں ملا ہے۔" یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ اے ضعیفہ! اتنی دُور کا حال عمرؓ کو کیونکہ معلوم ہو سکتا ہے؟

ضعیفہ نے کہا کہ اگر وہ دُور و نزدیک کا حال معلوم نہیں رکھ سکتا تو پھر خلافت کس برتے پر کرتا ہے۔ یہ فقرہ سُن کر حضرتِ عمرؓ کی ایک چیخ نکلی اور آپ

زار و قطار رونے لگے۔

۳۔ ایک مرتبہ ایک قافلہ آیا اور شہر کے باہر خیمہ زن ہوا جس کی خبرگیری اور حفاظت کے لیے آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اُس کے چاروں طرف آپ پہرہ دیتے پھر رہے تھے کہ ایک طرف سے ایک بچّے کے رونے کی آواز آئی وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک شیر خوار بچّہ اپنی ماں کی گود میں رو رہا ہے۔ آپ نے اس کی ماں سے کہا۔ کہ تو اس کو چُپکا کیوں نہیں کرتی۔ یہ کیوں اس قدر رو رہا ہے! یہ کہہ کر آگے چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر میں اُس طرف آئے تو وہ بچّہ پھر رو رہا تھا۔ تو آپ نے غصّے میں آ کر کہا کہ اے عورت تو بڑی بے رحم ہے، اُس عورت نے جواب دیا کہ اے چوکیدار تجھے اصل بات تو معلوم ہے نہیں تو مجھے خواہ مخواہ تنگ کرتا ہے اصل بات یہ ہے کہ امیر المومنین عمرؓ نے حکم دے رکھا ہے کہ بچّے جب تک دودھ نہ چھوڑیں اُن کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ میری حالت بہت تنگی کی ہے۔ اس لیے میں نے ذرا قبل از وقت اِس بچے کا دودھ چھڑا دیا ہے اس لیے یہ بے حد رو رہا ہے؛

اتنا سنتے ہی حضرت عمرؓ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آپ کی ریش مُبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ آپ پر اس واقعہ کا بہت اثر ہوا۔ اور جب آپ دار الخلافہ پہنچے تو آپ نے عام اعلان کر دیا۔ کہ بچہ جس دن پیدا ہو اُسی تاریخ سے اُس کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا جائے گا۔

(۴) حضرت عمرؓ کے غلام اسلمؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا۔ جب امیر المومنین رات کے وقت گشت میں نکلے

تو مدینے سے تین میل دُور ایک گاؤں تک پہنچ گئے تو وہاں دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے۔ اور اس کے چار بچّے ہیں جو رو رہے ہیں۔ اس کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ اے عورت آخر یہ بچّے کیوں رو رہے ہیں؟ اُس عورت نے بتایا کہ ان بچوں کو کئی وقت سے کھانا نہیں ملا ہے۔ اور ان کو بہلانے کے لیے ہی میں نے یہ ہنڈیا چولہے پر چڑھا رکھی ہے۔ مگر اس میں صرف پانی بھرا ہوا ہے اور اس طرح ان کو دلاسا دے کر چُپکا کر رہی ہوں کہ یہ تھک کر سو جائیں۔ یہ بات سُن کر آپ کو بہت افسوس ہوا اور آپ فوراً اسلمؓ کو ساتھ لیے ہوئے مدینے واپس پہنچے اور بیت المال کھلوا کر بہت سا آٹا، گھی اور کھجوریں لیں اور اُن کو یکجا بندھوا کر اسلمؓ سے کہا کہ اسے میری کمر پر رکھ دے۔ اُس نے ڈرتے ڈرتے کہا:۔ کہ اے امیر المومنین یہ غلام کس لیے ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے۔ مگر کیا میرا قیامت کا بوجھ بھی تو اُٹھائے گا۔ غرض وہ سب کچھ اپنی کمر پر لے کر پھر اُس گاؤں میں پہنچے اور اس عورت کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ عورت آٹا گوندھنے میں لگی۔ آپ نے آگ سلگائی اور آگ پھونکتے رہے۔ روٹی تیار ہوئی تو بچّوں نے روٹی سیر ہو کر کھائی اور خوشی میں کودنے لگے۔ اُس عورت نے کہا:۔ اے خدا کے بندے! اللہ تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے اس وقت میری بڑی امداد کی ہے انصاف تو یہ ہے کہ اے مردِ بزرگ! امیر المومنین بنانے کے قابل تو تم ہو نہ کہ عمرؓ آپ نے یہ سب کچھ سُنا اور آنسو بہاتے ہوئے مدینے واپس آئے۔

# نظم

ہے کوئی ہم میں جفاکش اس قدر | یا فقط مدِ نظر ہے کرّوفر
محنتیں برداشت کر سکتے نہیں | بے مشقت ہے نہ دنیا اور نہ دیں
کرلیا دنیا کو بھی اپنی خراب | اور لیا عقبیٰ کا بھی سر پر عذاب
محنتوں سے جی چراتا ہے ستم | اِس سے بڑھ کر ہوں گے کیا اسبابِ غم
وہ مثل اپنی ہوئی بس اے مدبّر | دین میں محتاج ۔ دنیا میں فقیر

حضرت عمرؓ زمانۂ خلافت میں جبکہ عین عروج و سطوت کا عالم تھا اور شاہِ فارس اور روم کو آپ نے ہلا رکھا تھا۔ اس وقت آپ جنگل میں جاکر کچی اینٹیں تھاپا کرتے تھے۔ جب وہ خشک ہوجاتی تھیں تو انہیں فروخت کرکے اہل و عیال کا کام چلایا کرتے تھے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔ (الوعظ جلد ۱۳ نمبر ۳)

(۵) حضرتِ عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ گم ہوگیا۔ تو آپ خود اس کی تلاش میں نکلے۔ اور ٹھیک دوپہر میں بہت تلاش کے بعد آپ اُس اونٹ کو ڈھونڈ کر لارہے تھے۔ اور دھوپ کی شدت کی وجہ سے پسینے پسینے ہو رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے آپ کو اس شان کے ساتھ اونٹ لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلعم کے خلیفہ اس وقت آپ یہ اونٹ کہاں سے لارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ اونٹ کھویا گیا تھا۔ ڈھونڈ کر لارہا ہوں۔" حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت آپ نے کسی غلام کو حکم دیا ہوتا کہ وہ ڈھونڈ لاتا۔ ایسی دوپہر کی تیز دھوپ میں آپ نے خود یہ تکلیف کیوں فرمائی۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

یہ تو سچ ہے۔ لیکن اے علیؓ اگر یہ اونٹ نہ ملتا تو عند اللہ اس کا مواخذہ قیامت میں مجھ سے ہوتا۔ میرے غلام سے نہ ہوتا۔ (الوعظ جلد ۲ نمبر ۷)

(۶) آہ اخلاصِ عمرؓ شاباش کیا کہنا ترا — ہو کے پوشیدہ وہ یوں لیتے ہیں مولیٰ کی رضا

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں راتوں کو مدینے کے گلی کوچوں اور اس کے جنگلوں میں خلق اللہ کی حفاظت کی غرض سے گشت لگاتے پھرا کرتے تھے۔ ایک رات آپ مدینے کے باہر صادر و وارد مسافروں کے آرام وہی کے لیے گشت میں تھے ایک مقام پر دیکھا کہ وہاں چھوٹا سا خیمہ استادہ ہے جس کے باہر ایک مسافر اجنبی شخص بیٹھا ہے۔ امیر المومنین اس مسافر کے پاس جا بیٹھے اور اُس سے اُس کا حال دریافت کرنا شروع کیا کہ اتنے میں خیمے کے اندر سے کسی عورت کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے متحیّر ہو کر پوچھا کہ اے مسافر! یہ کون روتا ہے؟ جواب میں اُس مسافر نے کہا کہ میاں چوکیدار! کیا کہوں میری بیوی اس وقت دردِ زہ میں مبتلا ہے لیکن افسوس کہ اس کے پاس کوئی عورت نہیں جو اس کا ہاتھ بٹا سکے اور اس کی تکلیف میں اس کے کام آئے (چوکیدار صورت) امیر المومنین اسی وقت کھڑے ہو گئے اور مدینے پہنچ کر اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا:۔

## نظم

| | |
|---|---|
| نیند سے بیدار ہو جاؤ ذرا | اور کمر باندھو برائے کبریا |
| اور خوشنودیٔ رب حاصل کرو | بیکسوں اور بے بسوں کا ساتھ دو |
| اِک مسافر کی ہو عورت دَرد میں | حیف ہے آرام سے ہم تم رہیں |

اس کی خدمت چل کے کرنی چاہیئے | تاکہ عقبیٰ میں صلا ہم کو ملے
سنتے ہی بس ساتھ بیوی ہو گئیں | اور اک بیکس کی خدمت کو چلیں

ذراسی دیر میں وہ مسافر کیا دیکھتا ہے کہ وہی چوکیدار ایک برقع پوش عورت کو ساتھ لیے آتا ہے۔ اور اجازت لے کر اپنی عورت کو خیمہ کے اندر داخل کر دیتا ہے۔ اب چوکیدار اور یہ مسافر بیٹھے باتیں کر رہے ہیں کہ اندر سے آواز آتی ہے۔ یعنی اہلیہ خلیفۂ وقت آواز دیتی ہیں کہ اے امیر المومنین رضؓ! اپنے دوست کو مبارک باد دیجیے کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس مسافر کے اپنے خیال میں ایک چوکیدار کی نسبت لفظِ امیر المومنین سُن کر ہوش جاتے رہے اور وہ بدحواس ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں اُس نے اپنے آپ ۔۔ کو سنبھالا اور حضور کے سامنے مؤدب کھڑا ہو گیا اور کہا:۔

## نظم

عفو فرمایئے امیر المؤمنیں | میری گستاخی میں بس کچھ شک نہیں
اے امیر المؤمنین یہ کیا کیا | آہ میں دارین میں رسوا ہوا
آپ، اور یہ خدمتِ خلقِ اِلٰہ | دِل بھر آتا ہے اپنا آہ آہ
بولے یہ حضرت امیر المؤمنیں | اے مسافر ڈر نہیں گھبرا نہیں
میں تو بس خادم ہوں خلق اللہ کا | تو ذرا خوف وخطر دل میں نہ لا
میں جو کچھ کرتا ہوں وہ اُس کے لیے | تاکہ وہ عقبیٰ میں مجھ سے خوش ملے

امیر المومنین حضرت عمر رضؓ نے اس مسافر کو دلاسا دیا اور کہا۔ کہ کل مدینے میں میرے پاس آؤ میں بیت المال سے اس بچہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔

(الواعظ جلد ۱۰ نمبر ۱۰)

## اخلاقِ عمری

حضرت عمرؓ کا اخلاق اتنا وسیع تھا کہ جس کی انتہا نہیں اور اتنا ہی وہ تعصب سے دور تھے۔ مسلمانوں سے تو کیا آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی پوری بے تعصبی اور رواداری سے کام لیا۔ آپ نے ایک معاہدے میں فرمایا کہ عیسائیوں کا جان و مال اور مذہب ہر طرح محفوظ رہے گا۔ اُن کے گرجاؤں اور عبادت گاہوں کو بدستور قائم رکھا جائے گا۔

(۱) حضرت عمرؓ کبھی اس بات کو پسند نہ فرماتے تھے کہ کوئی کسی کی غیبت اور بدگوئی کرے۔ یا کسی کی ہجو کرے یا تبرّا کرے۔ اور یہی فرماتے تھے کہ اسلام اِن باتوں کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ نے بدگوئی اور ہجو وغیرہ کو جُرم قرار دے دیا تھا اور اس کے لیے سزا مقرر کی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حطیہ نامی شاعر نے کچھ لوگوں کی ہجو کہی حضرت عمرؓ نے اسے طلب فرمایا۔ اور قید خانے بھیج دیا اور پھر اُسے اس شرط پر چھوڑا کہ آئندہ کبھی کسی کی ہجو نہیں کرے گا۔

(۲) ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو آپ کھانا کھلا رہے تھے جن میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ اُس کے قریب جا کر کہا۔ کہ بھائی داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ اُس نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین میرا داہنا ہاتھ جنگِ مُوتہ میں کٹ گیا ہے؛ بس یہ سُنتے ہی آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ اُن صحابی کے برابر ہی بیٹھ گئے۔ روتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ افسوس تمہیں وضو کون کراتا ہوگا؟ تمہارا سر کون دُھلاتا ہوگا؟ تمہیں کپڑے کون پہناتا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اُن صحابی کے لیے ایک خادم مقرر کر دیا۔ اور دیگر ضروریات مہیا فرما دیں۔

(۳) تکبّر و غرور کے آپ سخت مخالف تھے چنانچہ آپ نے تمام ملک سے اس بداخلاقی کا نام و نشان مٹا دیا۔ آقا اور نوکر کی تمیز بالکل اُٹھا دی۔ ایک مرتبہ صفوان بن اُمیّہ نے جبکہ بہت سے معززینِ عرب کی دعوت کی تو انہوں نے اپنے دسترخوان پر نوکروں کو نہیں بٹھایا۔ آپ یہ حال دیکھ کر ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ خدا ان لوگوں سے سمجھے جو نوکروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۴) آپ کی خوراک کی یہ حالت تھی کہ تمام لوگ آپ کو عمدہ غذا کھانے کی ترغیب دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ اچھی غذا کھایا کریں کہ آپ کو طاقت حاصل ہو اور آپ خدمتِ اسلام اور زیادہ بجالاسکیں اور دین کے کاموں کے لیے قوت حاصل ہو سکے۔ تو جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ میں اپنے دونوں پیشواؤں یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تعامل کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ کیونکہ وہ بھی ایسی ہی غذا کھایا کرتے تھے۔

(۵) لباس کی کیفیت آپ کی یہ تھی۔ کہ ایک نمدے کا کرتہ جس میں ٹاٹ کا یا چمڑے کا پیوند لگا ہوتا تھا زیبِ بدن فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو جمعہ کی نماز میں کسی قدر دیر ہو گئی۔ تمام لوگ انتظار میں رہے۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے واقعہ بیان فرما دیا کہ میرے پاس کپڑے بدلنے کو نہیں تھے۔ کپڑے دھونے اور سکھانے میں دیر ہو گئی۔

## نظم

آپ کے اخلاق کی دیکھی جھلک
محوِ حیرت جس سے ہیں جن و ملک

جو نمونہ ہے رسول اللہ صلعم کا
ہُو بہُو بس ہے یہی حکمِ خدا

بانیٔ اسلام کی ہے یہ مثال
جو عمر رضؓ میں آپ نے دیکھا کمال

ہے یہی تعلیم ختم المرسلین!
کاربند اِس پر اگر ہوں مومنین

کوئی حاجت ہے جو پھر اٹکی رہے
یہ نہیں ممکن تو اے عالی صفات
التجا مقبول ہو اسحاق کی

کون ہے وہ جس سے پھر کھٹکی رہے
کچھ تو رکھ لیں آپ اس عاجز کی بات
اور درستی کچھ تو ہو اخلاق کی

(الوعظ جلد ۵ نمبر ۵)

## حضرت عمرؓ کی تواضع وسادگی

ایک طرف حضرت عمرؓ کی تواضع اور سادگی کا یہ عالم ہے۔ اور دوسری طرف شام کو روم کو فوجیں بھیج رہے ہیں۔ قیصر و کسریٰ اطاعت کر رہے ہیں۔ اُن کے سفیروں سے معاملات طے ہو رہے ہیں۔ حضرت خالدؓ اور امیر معاویہؓ سے باز پُرس ہو رہی ہے سعد ابنِ ابی وقاص۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو ابن العاص کے نام احکام لکھے جا رہے ہیں۔ جبکہ بدن پر پیوند کا کرتہ ہے۔ سر پر پھٹا سا عمامہ ہے۔ پاؤں میں ٹوٹی چپل ہے۔ اور بیواؤں اور یتیموں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ان کے گھروں میں پانی بھرنے کے لیے کمر پر مشک لیے ہوئے ہیں۔ اور جب کام کی کثرت سے تھک جاتے ہیں تو مسجد کے فرش خاکی پر لیٹ جاتے ہیں۔

(۱) بارہا مکہ سے مدینے کا سفر کیا۔ لیکن خیمہ یا شامیانہ کبھی ساتھ نہیں لیا۔ جہاں ٹھہرے کسی درخت پر چادر ڈال دی اور اسی کے سائے میں پڑ رہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ جسے مؤطا امام محمد میں روایت کیا گیا ہے کہ جب شام کا سفر کیا تو شہر کے قریب پہنچ کر قضائے حاجت کے لیے آپ سواری سے اُترے۔ آپ کا غلام اسلم بھی آپ کے ساتھ تھا۔

جب آپ واپس آئے تو اسلم کے اونٹ پر سوار ہو گئے دوسری طرف سے اہلِ شام استقبال کو آرہے تھے جو آتا تھا پہلے اسلم کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ اسلم حضرتِ عمرؓ کی طرف اشارہ کر دیتے تھے۔ جس سے لوگوں کو تعجب ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی نگاہیں شان و شوکت کو ڈھونڈتی ہیں۔

(۲) ایک مرتبہ خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ لوگو! میں ایک زمانے میں اس قدر نادار تھا۔ کہ لوگوں کو پانی بھر کر لا دیا کرتا تھا۔ اور وہ اُس کے صلے میں مجھ کو چھوہارے دے دیا کرتے تھے۔ وہی کھا کر بسر کرتا تھا۔ یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا اور عرض کیا کہ منبر پر یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا میری طبیعت میں کچھ غرور آگیا تھا اور یہ اُس کی دوا تھی

(الوعظ جلد ۷ نمبر ۷)

## حضرتِ عمرؓ کی کرامات

### ۱۔ یا ساریہ الجبل الجبل

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کا ایک لشکر لڑائی کے لیے ملکِ شام کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس کے سپہ سالار حضرتِ ساریہؓ تھے ایک روز جبکہ جمعہ کا دن تھا اور میدانِ کار زار گرم تھا اور لڑائی زوروں پر ہو رہی تھی۔ پہاڑی علاقہ تھا دشمن نے لڑائی کے دوران میں اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اور مسلمانوں کے لشکر کی پشت کی طرف جو پہاڑ تھا اس کی آڑ لے کر چاہا کہ پیچھے سے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر کے اُسے دونوں طرف سے پیس ڈالے۔ مسلمان اس پیچھے والے پہاڑ کی طرف سے مطمئن تھے اور دشمن کی چال سے پورے طور پر غافل تھے

اگر یہ لشکر پہاڑ کی طرف سے حملہ آور ہوجاتا تو مسلمانوں کا لشکر بے خبری میں چکی کے دو پاٹوں میں پس کر ختم ہوجاتا۔ اور مجاہدینِ اسلام میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔

اِسی تاریخ اور اِسی جمعہ کو حضرت عمرؓ مدینے میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلْ اَلْجَبَلْ۔ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلْ، اَلْجَبَلْ۔ اے ساریہ پہاڑ، پہاڑ۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھو۔ حضرت عمرؓ کی یہ آواز تقریباً پندرہ سو میل کے فاصلہ پر میدانِ جنگ میں جب سردار لشکر حضرت ساریہؓ کے کان میں پہنچی تو وہ حیران ہوئے کہ حضرت عمرؓ یہاں کہاں آگئے جو مجھے پہاڑ کی طرف دیکھنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو وہاں دشمن اپنے سپاہیوں کو جمع کر رہے تھے۔ آپ نے فوراً لشکرِ اسلام کے دو حصّے کیے اور ایک حصّہ حسبِ معمول سامنے کی طرف دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا اور دوسرا حصّہ پلٹ کر پُشت سے آئے ہوئے دشمن کی طرف متوجہ ہوا۔ اور سخت معرکہ ہوتا رہا۔ آخرکار مسلمانوں کے لشکر کی فتح ہوئی۔ اور دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔

میدانِ جنگ میں تو یہ کچھ ہوا۔ اُدھر مدینے منوّرہ میں جب خطبہ کے دوران میں حضرت عمرؓ کی زبان سے وہ الفاظ نکلے تو صحابہ کرامؓ کو بڑا تعجب ہوا اور وہ ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ کہ حضرتِ عمرؓ نے یہ کیا فرما دیا۔ ان الفاظ کا خطبۂ جمعہ سے کیا تعلق ہے۔ لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے

لگے تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ جو کچھ بات ہے وہ معلوم ہو جائے گی۔ چنانچہ جب نمازِ جمعہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے حضرتِ عمر رضؓ سے سوال کرنا چاہا حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوف رضؓ نے تو بے تکلیفی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ لوگ آپ پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں حضرت سعد ابنِ ابی وقاص رضؓ نے دریافت کیا کہ اے امیر المومنین یہ غیر متعلق بات آج آپ نے خطبہ میں کیا فرمائی؟

حضرت عمر رضؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے خطبہ کی حالت میں دیکھا کہ دشمن پشت کی طرف سے ایک پہاڑی کی اوٹ لے کر ساریہ اور ساریہ کے لشکر پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اور لشکرِ اسلام اُس طرف سے بالکل غافل ہے اور اگر اسی غفلت کی حالت میں وہ فوج مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتی تو یہ سب پس کر رہ جاتے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ فوراً میرے مُنہ سے وہ الفاظ نکل گئے۔

یہ جواب سُن کر لوگوں کو کسی قدر اطمینان ہوا۔ مگر بعض نے وہ دن اور تاریخ لکھ رکھی تاکہ وہاں سے اطلاع آنے پر اس کی تصدیق ہو سکے۔ چنانچہ ایک ماہ بعد جب محاذِ جنگ سے قاصد آیا۔ اور معرکہ کی رپورٹ پہنچی تو معلوم ہوا کہ عین اُسی دن اُسی وقت یہ لفظ حضرتِ ساریہ رضؓ کے کان میں پہنچے حضرت ساریہ رضؓ فرماتے ہیں کہ جب معرکہ ہو رہا تھا۔ میرے کان میں حضرت عمر رضؓ کے الفاظ پہنچے تو میں نے مڑ کر پہاڑ کی طرف دیکھا اور دشمن کی چال سے آگاہ ہوا۔ اور پھر اُس کے مطابق نقشۂ جنگ فوراً بدل ڈالا اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں

کی فتح ہوئی۔ اگر وہ آواز ہم تک نہ پہنچتی تو کچھ بعید نہ تھا کہ کافر ہمیں پیس ڈالتے اور ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔

## نظم

| | |
|---|---|
| "یا ساریہ جبل" کی جب دی ندا عمر رضؓ نے | پہنچا دی ساریہ کو خلاّقِ بحر و بر نے |
| مڑ کر جو ساریہ نے دیکھا جبل کی جانب | دشمن یہ چاہتا تھا ہو جاؤں اِن پہ غالب |
| کچھ فوج ساریہ نے اُس سمت بھی لگا دی | آخر کو اُس خدا نے دی اُن کو کامیابی |

۲۔ پہرہ دار شیر:۔ جب حضرت عمر رضؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ کی خلافت کی دھوم اور حُسنِ انتظام اور شان و شوکت کا چرچا مشرق و مغرب میں دُور دُور تک پہنچا۔ اُس وقت قسطنطنیہ (بائی زن طین) کی رُومی سلطنت کے عیسائی بادشاہ ہرقل نے حضرت عمر رضؓ کو قتل کرنے کے لیے ایک نصرانی پہلوان کو روانہ کیا۔ یہ شخص بادشاہ کا بڑا ہی معتمد تھا۔ اس کا نام طلیعہ تھا۔ بادشاہ ہرقل نے طلیعہ پہلوان سے وعدہ کیا کہ اگر تو مدینے پہنچ کر عمر رضؓ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تجھے مالا مال کر دوں گا۔ اور عیسائی ملّت پر تیرا بڑا احسان ہو گا۔ یہ فرمان پا کر وہ عیسائی پہلوان مدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔ منزل بہ منزل طے کرتا ہوا مدینہ منورہ پہنچا، ابھی بستی سے باہر ہی تھا۔ کہ اس نے حضرت عمر رضؓ کو بستی سے باہر آتے ہوئے دیکھا۔ اُس وقت حضرت عمر رضؓ بیواؤں اور یتیموں کے باغات اور زمینوں کا ملاحظہ کرنے تشریف لے جا رہے تھے طلیعہ آپ کو دیکھ کر ایک گھنے درخت پر چڑھ گیا۔ کچھ دیر میں حضرت عمر رضؓ

بھی اتفاقاً اُسی درخت کے نیچے پہنچ گئے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ اور کچھ ہی دیر میں ہاتھ کا تکیہ بنا کر لیٹ گئے اور فوراً ہی آنکھ لگ گئی۔ جب طلیعہ کو آپ کے سو جانے کا یقین ہو گیا تو وہ درخت سے اُترا اور فوراً ہی آپ کے قتل کے لیے تیار ہوا۔ اُس نے تلوار اُٹھائی ہی تھی۔ کہ دیکھا ایک شیر حضرت عمرؓ کے پیروں کی طرف نمودار ہوا۔ اُسے دیکھتے ہی یہ شخص حواس باختہ ہو گیا اور اس کے ہوش پراں ہو گئے۔ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اس پہلوان کے گرنے کی آواز سے آپ کی آنکھ کھُل گئی۔ اُسی وقت وہ شیر غائب ہو گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک غیر ملکی شخص آپ کے قریب ہی بیہوش پڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔ کچھ دیر میں جب اُس رومی پہلوان کو ہوش آیا تو آپ نے اُس سے دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے۔ یہاں تیرا کیا کام ہے؟ اُس نے لرزتے کانپتے عرض کیا کہ یا حضرت! اللہ نے آپ کا رتبہ بڑا کیا ہے۔ میں بے عقل آپ کو شہید کرنے کے ارادہ سے یہاں آیا تھا۔ اور میں نے تلوار بھی سونت لی تھی۔ کہ میری آنکھوں نے دیکھا کہ ایک شیر آپ کے تلوے چاٹ رہا ہے جس کے خوف سے میں بیہوش ہو گیا۔"

حضرتِ عمرؓ نے چاروں طرف دیکھا اور دریافت کیا کہ وہ شیر اب کِدھر چلا گیا؟ مگر وہاں کوئی شیر دکھائی نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا یہاں تو کوئی شیر نہیں ہے۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ جس درخت کے نیچے آپ سو رہے تھے اُس میں سے آواز آئی کہ اے عمرؓ تو ہمارے دین کی خدمت کر ہم تیرے دشمنوں سے تیری جان کی حفاظت کریں گے۔ یہ آواز سن کر

اُس رومی پہلوان کو اور بھی تعجب ہوا۔ وہ فوراً آگے بڑھا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ یا حضرت جنگل کے شیر آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور آسمان کے فرشتے آپ کی تعریف کرتے ہیں۔ تو پھر میں کیوں اسلام کی سعادت سے اور عاقبت سے محروم رہوں۔ فوراً اُس کی زبان پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۰ جاری ہوا اور وہ مشرف با سلام ہو گیا۔ اور پھر نہایت نیک مسلمان اہلِ باطن بن گیا۔ پھر کیا تھا۔ مثنوی :۔

بعد از اں گفتش سخنہائے دقیق ❊ در صفاتِ پاکِ حق۔ نعم الرفیق

پھر تو حضرت عمرؓ نے ایلچی سے اسرارِ الٰہی کی باتیں کیں اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یہ شخص آیا تھا حضرتِ عمرؓ کا خون کرنے کے لیے اور پایا اس نے اسلام اور مرتبۂ ولایت۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ج وَمَا يُمْسِكْ لا فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ط (پ ۲۲۔ فاطر۔ ع ۱۔ آیۃ ۲)

یعنی اللہ تعالیٰ جس رحمت کا دروازہ کسی بندے پر کھول دے پھر اُسے کوئی بند نہیں کر سکتا۔ اور جس پر بند کر دے تو اُسے کوئی کھولنے والا نہیں ہے وہ نصرانی پہلوان گھر سے چلا تھا مال و زر حاصل کرنے کے ارادہ سے اور اللہ تعالیٰ نے دے دیا اس کو مرتبۂ ولایت۔

اپنے پیاروں کا محافظ خود ہے ربّ العالمیں ❊ دشمنوں کو دور رکھتا ہے وہ اِن سے بالیقیں
ساتھ تھا شیطان اُس کے تھا ارادہ قتل کا ❊ یہ نہیں معلوم تھا ان کا محافظ ہے خُدا

چار آنکھیں ہوتے ہی اِن سے وہ لرزاں ہوگیا ۔ اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا

**۳۔ زہر کی شیشی** :۔ جب حضرت عمرؓ کے قتل کرانے کی اس تدبیر میں رومی سلطنت کا عیسائی بادشاہ ہرقل ناکام ہوگیا تو اُس نے اپنا ایک اور قاصد آپ کی خدمت میں روانہ کیا جس کے ہاتھ چند تحفے بیش بہا پیش کرنے کے لیے روانہ کیے جو یہ تھے :۔

۱۔ ایک صندوقچہ مزین نہایت ہی عجیب و غریب ساخت کا تیار کیا ہوا جو انمول جواہرات سے لبریز تھا۔

۲۔ ایک لونڈی نہایت حسین و جمیل جو بیش بہا لباس و زیورات سے آراستہ و پیراستہ تھی۔

۳۔ ایک شیشی عطر کی جس کو انمول سمجھنا چاہیئے۔ جو کسی قیمت پر میسر نہ آ سکے۔

۴۔ ایک شیشی ایسے زہر ہلاہل کی جس کی صرف بو سے انسان ہلاک ہو جائے۔

چنانچہ یہ تحفے لے کر شاہ ہرقل کا قاصد بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مدینے منورہ پہنچا۔ اس قاصد کا اپنا لباس اس قدر قیمتی اور زرق برق تھا۔ کہ اہلِ مدینہ اُس کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ امیر المومنین فاروقِ اعظمؓ کا محل اور قلعہ کہاں ہے ؟!

لوگوں نے کہا۔ کہ اُن کا کوئی محل ہے نہ قلعہ ہے۔ اگر آپ اُن سے ملنا چاہتے ہیں تو مسجد نبوی میں جایئے وہ وہاں بیٹھے ہوں گے یا تھک کر سو گئے ہوں گے کیونکہ وہ خود رات بھر مسلمانوں کی چوکیداری بھی کرتے ہیں۔ یہ

باتیں سُن کر رومی قاصد حیران رہ گیا۔ کہ اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہِ اسلام جس کی ہیبت سے شاہانِ رُوم و فارس ۔ حبش و عجم کے دِل لرزتے ہیں۔ اُس کا نہ کوئی محل ہے نہ قلعہ وہ خود مسلمانوں کی چوکیداری کرتا ہے۔ اور مسجد نبوی میں پڑ کر تھک کر سو رہتا ہے چنانچہ یہ قاصد مسجد نبوی پہنچا۔ اندر داخل ہوا تو دریافت کیا کہ مسلمانوں کے بادشاہ (امیر المومنین) حضرت عمرؓ کہاں ہیں؟ بتایا کہ وہ سامنے سو رہے ہیں۔ اُس وقت آپ زمین پر سو رہے تھے۔ اُس جگہ بوریہ بھی نہیں تھا۔ قاصد نے اُنہیں غور سے دیکھا کہ جو کرتہ پہنے ہوئے ہیں اور جو چادر اوڑھے ہوئے ہیں اُس میں کتنے ہی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ سر اور چہرہ مُبارک آپ کا کھُلا ہوا ہے۔ اور پہلو میں آپ کے اور تو کوئی ہتھیار نہیں ہے البتہ ایک دُرّہ پڑا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر رومی قاصد تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے سارے جسم میں رعشہ آگیا۔ کہ اتنے میں حضرت عمرؓ بیدار ہو گئے۔ تو دیکھا کہ عجیب تیاری اور سازو سامان کا ایک آدمی کھڑا ہوا لرز رہا ہے، کانپ رہا ہے۔ آپ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: لَا تَخَافُوْ۔ لَا تَخَافُوْ۔ یعنی ڈرو نہیں، خوف نہ کرو۔ میں کوئی عجم کا بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ چنانچہ آپ نے نہایت شفقت اور مہربانی سے اُس قاصد کو اپنے پاس بٹھایا جب اُس قاصد کا ڈر کچھ کم ہوا تو حضرت امیر المومنین نے دریافت فرمایا۔ کہ کہاں سے اور کیونکر آنا ہوا؟

قاصد نے عرض کیا کہ میں بادشاہ روم کا قاصد ہوں۔ میرے بادشاہ نے

آنجناب کے لیے کچھ تحفے بھیجے ہیں۔ جنہیں قبول فرمائیں۔"

آپ نے فرمایا کہ لاؤ دکھاؤ وہ کیا تحفے ہیں۔ قاصد نے سب سے پہلے جواہرات کا صندوقچہ پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ اور لوگوں سے کہا۔ کہ اسے بیت المال میں داخل کر دو۔ پھر فرمایا کہ اے روم کے قاصد اور اور کیا لایا ہے؟

قاصد نے لونڈی کو آواز دی جو باہر کھڑی تھی۔ جب وہ آئی تو قاصد نے کہا کہ یہ لونڈی بادشاہ نے خاص آپ کی خدمت کے لیے ارسال کی ہے۔"

آپ نے قبول فرمایا اور کہا کہ اس کا چہرہ کھول کر دکھاؤ جب آپ نے دیکھا تو فرمایا۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ؕ (پ۱۸، المومنون رکوع ۱۔ آیت ۱۴) ۔ یعنے بڑا بابرکت ہے وہ اللہ جو سب سے اچھی صورتیں بنانے والا ہے۔ یہ فرمایا اور اِدھر اُدھر کو دیکھا ایک غلام قریب ہی کھڑا تھا۔ اس سے فرمایا کہ کیا تجھے یہ لونڈی پسند ہے؟ اُس نے کہا؛ بیشک پسند ہے۔"

اُسی وقت آپ نے فرمایا کہ میں نے لونڈی تجھ کو عطا کی۔ پھر قاصد سے دریافت کیا کہ اور کیا چیز لائے ہو؟

قاصد نے وہ شیشی عطر بے بہا کی پیش کی اور کہا کہ یہ عطر بادشاہوں ہی کے لیے ہے۔ جس کپڑے پر لگ جائے گا وہ کپڑا دھلتے دھلتے پھٹ جائے گا۔ مگر اس کی خوشبو نہ جائے گی آپ نے اُس عطر کو بھی قبول کیا۔ اور فرمایا۔ کہ بیشک یہ بہت ہی اچھا عطر ہے۔ اس کو میں مسجد نبوی کی زمین پر

چھڑکنے کے لیے نہایت مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ مسجد نبوی معطر رہے اور تمام مسلمانوں کو اس کی خوشبو آتی رہے۔ یہ کہہ کر اُس کو مسجد کے فرش پر چھڑکوا دیا اور ساری شیشی خالی کر دی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر رومی قاصد حیران ہے اور عقل اس کی دنگ ہے کہ آپ اِس دُنیا کو اور اس کی رغبتوں کو کس قدر لات مارے ہوئے ہیں اور کوئی بڑی سے بڑی اور عنقا سے عنقا چیز آپ کے بھانویں بھی نہیں ہوتی۔ پھر کس طرح دُنیا بھر کے بادشاہ ایسے شخص سے لرزاں وترساں نہ ہوں۔ پھر حضرت امیرالمومنین نے رومی قاصد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے قاصد اور کیا چیز لائے ہو دکھاؤ۔ قاصد نے ایک چھوٹی سی شیشی پیش کی اور کہا کہ اِس میں ایسا زہر ہلاہل ہے کہ جس کی صرف بُو سے آپ کے ہزاروں دشمن ہلاک ہو سکتے ہیں۔ آپ نے وہ شیشی بھی قبول کی اور فرمایا کہ اے رومی قاصد میرا تو کوئی دشمن نہیں ہے۔ ہاں اگر دشمن ہے تو صرف میرا نفس ہے۔ اس کو البتہ ہلاک و پامال کرنا چاہیئے۔ یہ کہہ کر وہ شیشی آپ نے اپنے مُنہ سے لگالی۔ اور بِسۡمِ اللّٰہ کہہ کر وہ ساری شیشی پی گئے۔ رومی قاصد نے اپنا مُنہ پیٹ لیا کہ ہائے ستم ہو گیا۔ یہ کیا ہوا۔ اور جو صحابۂ کرام اِرد گرد بیٹھے تھے وہ بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ کہ دیکھیے اب خدا کو کیا منظور ہے۔ حضرت عمر رضؓ پر ایک حالت طاری ہوئی اور پسینہ اس قدر آیا کہ آپ شورابور ہو گئے۔ اور بس اللہ رب العزت نے اپنا فضل فرمایا۔ وہ سارا زہر پسینے کے راستے

نکل گیا اس کے سوا اور کوئی اثر اس زہرِ ہلاہل کا آپ پر نہیں ہوا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ یہ بھی حضرت عمرؓ کی بہت سی کرامات میں سے ایک ہے۔

## نظم

حضرتِ فاروقؓ نے یہ زہر کیونکر پی لیا | دیکھ کر یہ بات قاصد دنگ وحیراں ہوگیا
اور اثر اُس کا نہ مطلق آپ پر کچھ ہوسکا | وہ ہلاہل زہر سارا اِک پسینہ بن گیا

۴۔ دریائے نیل کے نام خط:۔ جب ملکِ مصر فتح ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اور حضرت عمرو ابنِ العاصؓ وہاں کے حاکم مقرّر ہوئے۔ تو آپ نے سنا کہ دریائے نیل خشک ہو گیا ہے۔ آپ نے مصر کے لوگوں کو بُلا کر دریافت کیا۔ کہ کیا یہ دریا ہمیشہ اسی طرح خشک ہو جاتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت ہر سال یہ دریا اسی طرح خشک ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب تک ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو بھینٹ نہ دے گا۔ اسی طرح خشک پڑا رہے گا۔ اور لوگوں کے کھیت وکیار برباد ہو جائیں گے۔ آخر لوگ تنگ آکر دریا کی بھینٹ دیں گے۔ تب کہیں پانی جاری ہوگا۔ جب حضرت عمرو ابن العاصؓ نے یہ سُنا تو آپ کو یہ قتلِ ناحق کی رسم بہت بُری معلوم ہوئی آپ نے لوگوں سے کہا کہ بغیر ہماری اجازت کے کوئی ایسی رسم پوری نہ کی جائے؛

حضرت عمرو ابن العاصؓ نے پورا حال حضرتِ امیرالمومنین عمر فاروقؓ کو تحریر کردیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں ایک خط تو حاکمِ مصر عمروؓ ابن العاص

کو اور دوسرا خط دریائے نیل کے نام تحریر کیا، جو خط دریائے نیل کے نام تھا اُس میں یہ مضمون تھا:-

"یہ خط اللہ کے بندے کا ہے۔ جس کا نام عمرؓ ابن الخطاب ہے، اور دریائے نیل کے نام ہے۔ اے دریا! اگر تو احکم الحاکمین رب العالمین کے حکم سے بہتا ہے۔ تو ہم بھی اُسی سے تیرا جاری ہونا مانگتے ہیں۔ اور اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہے اور اپنی مرضی سے رُک جاتا ہے تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں ہے"

اور حاکمِ مصر کو لکھا کہ بجائے عورت کی بھینٹ کے میرا خط دریائے نیل کی خشک ریت میں ڈال دینا۔"

امیر المومنین کا خط پہنچتے ہی سارے مصر میں دُھوم مچ گئی۔ اور ہزاروں آدمی سیر دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ چنانچہ لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ کو ساتھ لیے ہوئے حضرت عَمرو ابن العاصؓ حاکم مصر خشک دریا کے اندر تشریف لے گئے۔ اور حضرتِ عمرؓ کا خط دریائے نیل کو پہنچا دیا چند گھنٹوں کے بعد دریا میں پانی آنا شروع ہو گیا۔ اور پھر اس قدر زیادہ پانی آیا کہ گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں اس سال پانی کی سطح کئی گز زیادہ اُونچی ہو گئی اور کبھی آج تک دریائے نیل خشک نہیں ہوا۔ اس طرح ہر سال بھینٹ دینے کی غیر اسلامی اور قبیح رسم ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔ یہ واقعہ بھی حضرت عمر فاروقؓ کی کرامات میں بہت اہم ہے۔

## حضرتِ فاروقِ اعظمؓ کی شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۲ رجمادی الثانی ۱۳ھ یوم سہ شنبہ کو مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور ۲۸ر ذی الحجہ ۲۳ھ یوم پنج شنبہ کو جامِ شہادت نوش کیا اور رحلت فرمائی۔ اس طرح آپ کا دورِ خلافت دس برس چھ مہینے اور چھ دن رہا۔ حضرت عمرؓ نے آخر عمر میں ایک موقع پر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور اس طرح دعا کی:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ۔

یعنے اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں تو شہادت نصیب فرما۔ اور میری موت اپنے رسول صلعم کے شہر میں مقرر فرما۔ ایک اور دُعا بھی حضرت عمرؓ نے کی جبکہ آپ ۲۳ھ کے آخر میں حج کعبہ سے واپس ہوئے تو اَبطح میں اپنی سواری بٹھائی اور نیچے اُتر کر زمین پر چت لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اُٹھائے اور نہایت گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا۔ اَللّٰھُمَّ کَبُرَتْ سِنِّیْ وَضَعُفَتْ قُوَّتِیْ وَانْتَشَرَتْ رَعِیَّتِیْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مُضَیِّعٍ وَّلَا مُفَرِّطٍ ط

یعنے اے اللہ میری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ اور میری قوت کمزور پڑ گئی ہے۔ اور میری رعیت منتشر ہوگئی ہے۔ لہٰذا تو مجھے اپنی طرف اس حال میں اُٹھالے کہ نہ تو میں تیرے حقوق ضائع کرنے والا ہوں اور نہ اُن میں تقصیر کرنے والا۔

## نظم

تھی دعا، فاروقؓ کی اللہ سے
التجا تھی اُن کی اُس ذیجاہ سے

راہ میں تیری میں ہو جاؤں شہید
ہے یہ میری آرزو بس اے مجید

میں مروں تیرے نبیؐ کے شہر میں
رہ سکوں میں تاکہ تیری حجر میں

قبر میری تو مدینے میں بنا
اپنے پیارے سے نہ کر مجھ کو جُدا

اب تو میری عمر کافی ہو گئی
اور مری قوت بھی زائل ہو چلی

خوف مجھ کو ہو چلا ہے اے خُدا
ہو نہ جائے مجھ سے کچھ ایسی خطا

جس سے میں عقبیٰ میں ہو جاؤں ذلیل
رحم فرما مجھ پہ اے میرے جلیل

اس لیے کرتا ہوں میں تجھ سے دعا
جلد اِس دُنیا سے تو مجھ کو اُٹھا

ہو گئی مقبول حضرت کی دعا،
قُرب میں اللہ نے بلوا لیا

چنانچہ اللہ ربّ العزّت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں اور آخر کار وہ وقت آ پہنچا جس کی آپ آرزو رکھتے تھے۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل ایک جمعہ کے روز خطبۂ جمعہ میں فرمایا۔ لوگو! میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک سُرخ رنگ کے مرغ نے میرے جسم میں کئی ٹھونگیں ماریں۔ جس سے میں زخمی ہو گیا۔

جمعہ کو آپ نے یہ خواب دیکھا اور بُدھ کی صبح کو آپ کا یہ خواب

سچا ہوگیا۔ واقعات اس طرح ہیں :۔

حضرت عمرؓ کے اس خواب کے دوسرے دن حضرت مُغیرہؓ ابن شُعبہؓ کا آتش پرست غلام ابو لُولُو فیروز آپ کے پاس آیا اور کہا۔ کہ اے امیرالمومنین میرے آقا مُغیرہؓ نے مجھ پر سو درہم ماہوار خراج لگا رکھا ہے جو بہت زیادہ ہے آپ میری سفارش کریں کہ اس میں کمی کر دی جائے۔ آپ نے دریافت کیا کہ تو کیا کام کرتا ہے ؟ اس غلام نے بتایا کہ نقاشی۔ آہنگری وغیرہ کام کرتا ہوں نیز ہوا چکّی بنانا جانتا ہوں۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ اِن کاموں کے مقابلہ میں تو یہ خراج مناسب ہے۔ اگرچہ آپ نے اپنے دل میں فیصلہ یہی کیا تھا کہ حضرت مغیرہ سے اس کا خراج کم کرنے کی سفارش کروں گا۔ حضرت عمرؓ کا جواب سُن کر غلام ناراض ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک ذراسی بات پر سخت سے سخت انتقام کی فکر میں لگ گیا۔ اور مذہبی عداوت نے بھی انتقام کی آگ اس کے تن بدن میں پھونک دی۔ حضرت عمرؓ نے اُس سے چلتے چلتے یہ بھی فرمایا۔ کہ تو ہوا چکّی بنانا جانتا ہے تو اہلِ مدینہ کے لیے بھی ایک ہوا چکی بنا دے تاکہ لوگوں کو اُس سے آرام پہنچے، تو اُس غلام نے جواب میں کہا۔ کہ آپ کے واسطے ایک ایسی چکّی بنا دوں گا کہ مشرق سے مغرب تک اس کا ذکر ہوا کرے گا۔ چنانچہ آپ نے اُس غلام کا یہ فقرہ سُن کر لوگوں سے کہا کہ دیکھو یہ فیروز غلام مجھے میرے قتل کی خبر دیتا ہے۔ یہ بھی حضرت عمرؓ کی ایک کرامت ہوئی۔ چنانچہ فیروز

غلام برابر آپ کے قتل کرنے کی فکر میں لگا رہا۔ اُس نے ایک خنجر دو دھار والا تیار کیا۔ اور اس کو زہر میں بجھا کر اپنے پاس رکھا۔ اور بدھ کی صبح بہت سویرے مسجد نبوی میں جا چھپا۔ حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ وہ بہت سویرے مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ نیز نماز کی صف بندی کے وقت صفیں سیدھی کیا کرتے تھے۔ جب صفیں سیدھی ہو جاتی تھیں تب آپ نماز کی نیت باندھا کرتے تھے۔ چنانچہ بدھ کی صبح کو بھی آپ نے حسبِ معمول صفیں سیدھی کیں اور آگے بڑھ کر اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر نماز شروع کر دی فیروز وہیں صف میں کھڑا تھا اُس نے اُسی وقت خنجر بغل سے نکال کر حضرت عمرؓ پر پے در پے تین وار کیے آپ کے پیٹ اور کمر پر زخم آئے۔ مسجد میں روشنی کا کوئی انتظام تھا ہی نہیں بلکہ پورا اندھیرا تھا۔ کچھ دیر تو معلوم ہو ہی نہ سکا کہ بات کیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ قرأت شروع نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ خاموشی کے عالم میں ہیں۔ لوگوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا۔ گویا یہ اشارہ کیا کہ امیر المومنین قرأت شروع کیجیے مگر وہاں تو عالم ہی کچھ اور تھا۔ اِس دوران میں ابولؤلؤ فیروز قاتل عمرؓ نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی اور دیگر نمازیوں پر اپنے خنجر سے وار کرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ چھ۶ اصحابؓ شہید اور سات زخمی ہوئے آخر ایک عراقی نے اپنے سر کا خود اُس کے مُنہ پر مارا اور اس پر چادر ڈال دی اور اُسے نیچے گرا کر اُس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ جب فیروز کو یقین ہو گیا کہ اب بچ نکلنا ناممکن ہے تو اُس نے اُسی خنجر سے اپنا

کام تمام کر لیا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوفؓ کو اشارہ کیا۔ کہ نماز پڑھائیں انہوں نے سورۃ والعصر اور سورۃ الکوثر سے نماز پڑھائی۔ جوں توں کر کے نماز ختم ہوئی اور لوگ حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ بے ہوش ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ کو ہاتھوں پر اُٹھا کر مکان پر لے گئے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے دریافت کیا۔ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ عرض کیا کہ ہاں نماز پڑھ لی۔ آپ نے فرمایا:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِسْلَامَ لِمَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ۔

یعنی سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ جس کسی نے نماز ترک کی اس کے پاس اسلام نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس کمزوری کی حالت ہی میں وضو کیا اور نماز ادا کی۔ پھر دریافت کیا کہ لوگو! بتاؤ میرا قاتل کون ہے؟

لوگوں نے بتایا۔ کہ ابو لُولُو فیروز ہے۔ جو حضرت مغیرۃ ابنِ شُعبہ کا مجوسی غلام ہے"۔ فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ میں کسی کلمہ گو مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہُوا ہوں۔ بلکہ میرا قاتل ایک مجوسی ہے۔ اُس وقت تک صحابہ کرام اسی خیال میں تھے۔ کہ آپ پر زخم اتنے کاری نہیں ہیں کہ آپ بچ نہ سکیں گے۔ بلکہ خیال تھا کہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ چنانچہ آپ کو دُودھ دیا گیا۔ مگر وہ زخموں کے راہ باہر آگیا۔ اب تو لوگوں کو یقین ہو گیا

کہ افسوس امیرالمومنین کا اب صحت یاب ہونا مشکل ہے۔ یہ حالت دیکھ کر لوگوں کے منہ سے نکلا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اور رونے لگے۔ آپ نے اُن کو تسلی دی۔ کچھ دیر بعد ایک شکیل وجمیل مردِ اجنبی وہاں آیا اور کہا۔ کہ اے عمر ابن الخطاب! آپ کو بشارت دی جاتی ہے۔ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک قرب عطا فرمایا آپ کو اولوالعزم صحابی بنایا۔ آپ نے اسلام کی بڑی خدمت کی اور امورِ خلافت میں نہایت عادلانہ فیصلے کیے۔ پھر سب کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرتبہ شہادت سے ممتاز فرمایا۔" یہ سُن کر آپ کے آنسو رواں ہو گئے ۔ اور آپ فرمانے لگے کہ یہ جو کچھ بھی ہے محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اس کا انعام ہے۔ مگر میں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں قیامت کے دن اللہ رب العزت مجھ سے کوئی سوال نہ کر بیٹھیں۔ تو میں کیا جواب دوں گا۔

اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوف رضؓ تشریف لائے۔ تو آپ نے اُن کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں اُن لوگوں کو جمع کرنا چاہتا ہوں کہ جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی گئے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان رضؓ۔ حضرتِ علی رضؓ۔ حضرت زبیر رضؓ ابن عوام۔ حضرتِ سعد ابنِ ابی وقاص رضؓ اور طلحہ ابنِ عبیداللہ رضؓ کو بلایا۔ حضرت طلحہ رضؓ کے علاوہ باقی سب حضرات تشریف لے آئے تھے تو آپ نے اُن حضرات سے فرمایا کہ میں نے ہر اعتبار سے غور کیا۔ اور تم کو سب سے مقتدر پایا۔ اور

خلافت کا منصب تم میں سے ہی کسی کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔
فرمایا کہ میرے اس دنیا سے گذر جانے کے بعد تین دن کے اندر اندر خلیفۃ
المسلمین تجویز کر لینا۔ لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ کہ جس پر اِن
چھ حضرات کا اتفاق ہو۔ وہ خلیفۃ المسلمین ہو گا۔ اُس کی اطاعت کرنا۔
اس مشورہ میں میرے بیٹے عبداللہ کو شامل کرنا۔ مگر خلافت اس کے
واسطے نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اے عثمان رضؓ! اگر خلافت تم کو ہو، تو
اپنے قرابت والوں کے سبب سے مسلمانوں کو تکلیف نہ دینا۔ اور بنی
اُمیہ کو مسلمانوں کی گردن پر نہ بٹھانا۔ اور اے علی رضؓ! اگر خلافت تم کو ہو۔ تو
تم بھی اِن امور کا خیال رکھنا۔ اور بنو ہاشم کو، لوگوں کے سر پر نہ بٹھانا۔
اور فرمایا کہ جب تک میں زندہ ہوں صُہیب رومی رضؓ نماز پنجگانہ پڑھائیں
پھر فرمایا کہ لوگو! میں تمہارے واسطے بڑی مضبوطی اسلام کی کر چلا ہوں۔
اگر قوانینِ شریعتِ محمدیہ کی پابندی کرتے رہو گے تو ملّتِ اسلامیہ کو
کسی زلزلہ کا ڈر نہیں ہو گا۔ انشاء اللہ۔

پھر حضرتِ عمر رضؓ اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف مخاطب ہوئے اور
فرمایا :۔ اے عبداللہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت
میں حاضر ہو کر میرا اسلام عرض کرو۔ اور کہو کہ آپ کے خاندان کا غلام
آپ سے اس امر کی اجازت چاہتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے قدموں میں دفن کر دیا جائے،، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ
حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بعد سلام کے

پیامِ عمری پیش کیا۔ وہ تو پہلے ہی آپ کے غم میں رو رہی تھیں۔ فرمایا میں نہایت خوشی کے ساتھ اجازت دیتی ہوں۔

عبداللہ ابنِ عمرؓ جب جواب لے کر آئے۔ تو حضرت عمرؓ جواب باصواب کے شوق میں بیٹھے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ ہاں اے عبداللہ بتا کیا خوشخبری لایا؟

حضرت عبداللہ نے بخوشی اجازت عطا فرمانے کی خوشخبری سُنا دی۔ آپ فوراً شکرِ الٰہی بجالائے۔ اور لیٹ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آہ یہ وہ نازک وقت ہے۔ کہ اگر اس وقت سارے جہان کی دولت میرے پاس ہوتی تو میں اُسے قیامت کی گھبراہٹ سے نجات پانے کے لیے خیرات کر دیتا آپ کے اس کہنے پر حضرتِ عبداللہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا۔ قسم ہے اللہ کی آپ امیرالمومنین ہیں۔ آپ نے کتاب اللہ سے نہایت عمدہ اور بڑے بڑے فیصلے کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عباسؓ! کیا قیامت کے میدان میں حضور ربّ العزّت کی پیشی میں میرے متعلق اس قسم کی شہادت دے سکو گے؟ حضرتِ ابنِ عباسؓ نے فرمایا۔ بیشک میں ضرور شہادت دوں گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی وہیں موجود تھے۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ میں بھی شہادت دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں حضرات مجھے یہ بات لکھ دو۔ چنانچہ دونوں حضرات نے لکھ دیا۔

پھر حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو آواز دی۔ وہ حاضر ہوئے

تو آپ نے فرمایا:۔

## نظم

آج رخصت ہے عمر رضؓ کی اے پسر
آج حالت اُس کی ہے زیر و زبر
پیشیٔ مولیٰ کا ہے اتنا خیال
کانپتا ہے بس عمر رضؓ کا بال بال
دیکھئے گذرے گی کیا اُس کے حضور
کس طرح پیش آئے وہ ربِّ غفور
یہ وصیّت پھر ہے اے ابنِ عمر رضؓ
اس کو پورا کیجو اے نورِ نظر
میری میّت لے کے رکھ دینا وہاں
ہیں جہاں مدفون سردارِ جہاں
اور کرنا عائشہ رضؓ سے یہ کلام
کر رہا ہے یہ عمر رضؓ تم کو سلام
ہے کفن میں مُنہ چھپائے یہ عمر رضؓ
اور سوالی آپ سے ہے سر بسر
اس کو بس لِلّٰہ اجازت دیجئے
تا کہ قدموں میں نبیؐ کے جا چھپے

یہ آخری وصیّت فرما کر جناب امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ۔ (حیوٰۃ الحیوان)

## نظم

رُوح تن سے جب ہوئی اُن کے جُدا
ہر طرف سے شور برپا ہو گیا
رو دیئے چھوٹے بڑے پیر و جواں
ہر طرف رونا تھا اور آہ و فغاں
پڑ گیا سورج گہن ظلمت ہوئی
اور قیامت کی اندھیری چھا گئی
گود کا بچّہ یہ ماں سے پوچھتا
آج اے ماں کیا قیامت ہے بپا!
رو کے کہتی وہ ۔ نہیں نورِ نظر
بلکہ رخصت ہو گئے حضرت عمر رضؓ
آہ بیوائیں ہوئیں ۔ بیوائیں آج
آج اُن کا چھن گیا گویا کہ راج

غرضیکہ مدینے میں اُس روز ایک قیامت برپا تھی اور ہر سمت سے رونے کی صدائیں بلند تھیں۔ پھر حضرت عمرؓ کے جنازہ کو نہلا دھلا کر تیار کیا۔ اور آپ کا جنازۂ مبارک روضۂ اطہر کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اُنہیں الفاظ میں درخواست شروع کی۔ جس سے حضرت عائشہؓ کی ہچکی بندھ گئی اور زار و قطار روتے ہوئے نہایت خلوصِ دل سے روضۂ اطہر میں پیارے عمرؓ کو دفن کرنے کی اجازت دی۔ جس سے پیارے عمرؓ وہاں مدفون ہو گئے۔

# خطیبِ پاکستان حضرت الحاج مولٰنا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی
## کی مایہ ناز مذہبی تحقیقی کتب

## نماز مترجم

نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین، جنازہ اور نماز سے متعلقہ ضروری مسائل جو قرآن و حدیث اور فقہ سے منقول ہیں اس کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں طباعت و کتابت عمدہ آفسٹ دورنگ، کاغذ سفید جبین سرورق سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۵۶ قیمت

## راہِ حق

صلوٰۃ و سلام پڑھنے، یا رسول اللہ اور یا غوث اعظم کا نعرہ لگانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام سے مدد مانگنے کا مدلل بیان اور قرآن و حدیث سے مبرہن ثبوت جسکے پڑھنے سے تعصب ختم ہو کر حقیقت واضح ہو جاتی ہے عمدہ کتابت و طباعت سفید کاغذ رنگین سرورق، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۹۶ قیمت

## برکات میلاد شریف

میلاد شریف، محفل قیام و انعقاد کا شرعی جواز اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے برکات و ثمرات کا بیان اور عقلی و نقلی دلائل سے صحیح صورت پیش کی گئی ہے۔ کتابت روشن، طباعت آفسٹ خوبصورت ٹائیٹل، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۳۲ قیمت

## درسِ توحید

حقیقت توحید و شرک، انبیاء و اولیائے کرام کی مختاری و مجبوری اور تبرکات وغیرہ سے مسلمانوں کے تعلق کی عالمانہ طرز پہ تحقیق جس کے مطالعہ سے غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے، کتابت و طباعت عمدہ کاغذ نگینہ، جبین سرورق، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۰ قیمت

## انگوٹھا چومنے کا مسئلہ

انبیاء علیہم السلام اور عمر ابن الخطاب و دیگر صحابہ، سیدنا امام حسن اور دیگر علماء و مشائخ امت کرام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھا چومنے کا مسئلہ مدلل ثبوت، کتابت و طباعت واضح کاغذ نگینہ

قیمت